ہفت روزہ
احوال
کراچی
۲۸ جون تا ۴ جولائی ۹۰ء





جماعت اسلامی اور پیپلز پارٹی
کا گٹھ جوڑ مبارک ہو



سابق صوبائی وزیر
حافظ تقی
کی دوسری شادی اور پھر طلاق

عورت کی حکمرانی

کشمیر
کے موجودہ حالات
ماضی سے یکسر مختلف ہیں

نوبل انعام یافتہ دلائی لامہ کا
اچھوتا انٹرویو



ایران میں آفات سماوی، ایک جھٹکے میں ہزاروں افراد موت کی آغوش میں

یوسف جمیل
نمائندہ بی بی سی کا
بھارتی فوج کے ہاتھوں
اغوا اور رہائی

وفاقی بجٹ پر
فیڈریشن آف پاکستان چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری کے
تبصرے اور تجاویز



بغداد کی دھرتی نے
ایک اور
صلاح الدین ایوبی
کو جنم دیا ہے

نفرت مٹاؤ مہم

احوال

جلد ۵ شمارہ ۵
اشاعت: ۱۶ تا ۳۱ جنوری
قیمت: ۵ روپے

ایڈیٹر پبلشر: محمد احمد صدیقی — مدیر اعلیٰ: ابوجمیم

اس شمارے میں

زر تعاون (سالانہ)

پاکستان	... [illegible]	روپے
سعودی عرب	... [illegible]	ریال
متحدہ عرب امارات	... [illegible]	درہم
بھارت و بنگلہ دیش	... [illegible]	... [illegible]
افریقہ و ایشیا	... [illegible]	... [illegible]
یورپ	... [illegible]	... [illegible]
امریکہ و آسٹریلیا	... [illegible]	... [illegible]

... [illegible]

دفتر رابطہ

... [illegible] شاپنگ سینٹر
... [illegible] کراچی
فون: ۵۱۲۷۶۵

... [illegible] محمد احمد صدیقی ... [illegible] کراچی سے شائع کیا

دو سخن

بسم اللہ الرحمن الرحیم



اور حج اور عمرہ اللہ کے لئے پورا کرو۔ پھر اگر تم
روکے جاؤ تو قربانی بھیجو، جو میسر آئے اور اپنے سر نہ
منڈاؤ جب تک قربانی اپنے ٹھکانے نہ پہنچ
جائے۔ پھر جو تم میں بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ
تکلیف ہے تو بدلہ دے روزے یا خیرات، یا
قربانی۔ پھر جب تم اطمینان سے ہو تو جو حج سے
عمرہ ملانے کا فائدہ اٹھائے۔ اس پر قربانی ہے
جیسی میسر آئے۔ پھر جسے مقدور نہ ہو تو تین روزے
حج کے دنوں میں رکھے اور سات جب اپنے گھر پلٹ
کر جاؤ۔ یہ پورے دس ہوئے۔ یہ حکم اس کے لئے
ہے جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان
رکھو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔ (سورۃ البقرہ آیت ۱۹۶ کنز الایمان)



دارقطنی و بیہقی وغیرہما عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
راوی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو
میری قبر کی زیارت کرے اس کے لئے میری شفاعت
واجب۔ دارقطنی و طبرانی انھیں سے راوی
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے حج
کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو ایسا
ہے۔ جیسے میری حیات میں زیارت سے مشرف ہوا۔
ابن عدی کامل میں انھیں سے راوی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے حج کیا،
اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

(بہار شریعت)

جماعت اسلامی اور پیپلز پارٹی کا گٹھ جوڑ مبارک ہو

کشمیر کے مسئلہ پر عالم اسلام کی رائے عامہ کو ہموار کرنے کے لیے ۹ رکنی کل پاکستان پارلیمانی وفد مسلم ممالک کے دورے مکمل کرنے کے بعد گزشتہ دنوں پاکستان واپس پہنچا۔ وفد کی قیادت جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد کر رہے تھے۔ جبکہ وفد میں جماعت اسلامی کے پروفیسر خورشید، مولانا خلیل حامدی، امیر جماعت اسلامی آزاد کشمیر محمد اشرف عراق اور مجاہد منصوری بھی شامل ہیں۔ وفد کے دوسرے ارکان میں پیپلز پارٹی کے رہنما اور سرحد اسمبلی کے اسپیکر مسعود کوثر، پنجاب سے پیپلز پارٹی کے رکن صوبائی اسمبلی آغا سید ریاض الاسلام کے علاوہ دیگر اراکین پر مشتمل ہے۔ وفد نے ترکی، مصر، قطر، سعودی عرب، کویت، سوڈان، متحدہ عرب امارات کے علاوہ دیگر خلیجی ممالک کا دورہ کیا۔

عالم اسلام کو کشمیر کے مسئلے سے آگاہ کرنا اور پاکستان کا نقطہ نظر پیش کرنا ایک اچھی بات ہے لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ اس وفد میں متحدہ حزب اختلاف کا کوئی بھی قابل ذکر رکن شامل نہیں ہے۔ وفد زیادہ تر جماعت اسلامی اور پیپلز پارٹی کے ارکان پر مشتمل ہے۔ ویسے بھی مختلف مواقع پر جماعت اسلامی کے بدلتے ہوئے طرز عمل سے یہی محسوس ہوتا ہے کہ جماعت اسلامی نے متحدہ حزب اختلاف سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے۔

جماعت اسلامی متحدہ حزب اختلاف کی ممبر ہے۔ صرف ممبر ہی نہیں بلکہ اس کے جنرل سکریٹری شپ جیسا عہدہ بھی ہے۔ اس طرح جماعت اسلامی "ذیلی تنظیم" کی طرح حزب اختلاف میں اپنا وجود بھی قائم رکھنا چاہتی ہے اور دوسری طرف پیپلز پارٹی سے "گٹھ جوڑ" بھی کر رکھا ہے۔ جماعت اسلامی کے اس منافقانہ کردار سے متحدہ حزب اختلاف کو ضرور علم ہوگا لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ متحدہ حزب اختلاف جماعت اسلامی کی اس "دو رخی" پالیسی پر خاموش ہے اور اس پر کسی قسم کی تنقید بھی نہیں کر رہی ہے۔ غالباً اس کی وجہ بھی یہ ہے کہ حزب اختلاف میں شامل جماعتوں کو یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ جماعت اسلامی کا کردار ہمیشہ منافقانہ رہا ہے۔ نہ صرف حزب اختلاف کے ممبران بلکہ پاکستان کے پورے عوام پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جماعت اسلامی کی منافقانہ پالیسی ایک کھلی ہوئی کتاب کی مانند ہے۔ ایک طرف تو کراچی کی جماعت اسلامی "برسر اقتدار طبقہ" کی خدمت میں پیش پیش رہتی ہے تو دوسری طرف جماعت اسلامی کا "لاہوری گروپ" اقتدار کا مزہ لوٹنا چاہتا ہے چاہے وہ پیپلز پارٹی کا دور ہو یا ضیاء الحق کا۔ پاکستان کے عوام ان "مذہبی بہروپیوں" کے کردار کو اب اچھی طرح پہچان گئے ہیں، جنہوں نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔

جماعت اسلامی نے منافقانہ کردار ادا کرنے کے لیے "لاہوری" اور "کراچی" ہی کے گروپ نہیں بنا رکھے ہیں بلکہ گروپ در گروپ تشکیل دے رکھا ہے تاکہ حکومت سے مراعات بھی حاصل کریں اور ساتھ ہی ساتھ اپوزیشن کا بھی کردار ادا کریں۔

کراچی اور صوبہ سندھ کی جماعت اسلامی کی صورتحال کچھ اس طرح ہے کہ پروفیسر غفور اور منور حسن تو حکومت سندھ پر تنقید کرتے رہتے ہیں اور ایم کیو ایم کے حق میں بیان داغتے رہتے ہیں جبکہ ڈاکٹر اطہر قریشی اور جان محمد عباسی کا طرز عمل کچھ اور ہے۔ حال ہی میں سندھ کی صوبائی حکومت نے سندھ میں امن و امان کے قیام کے سلسلے میں آل پارٹیز کانفرنس منعقد کی۔ متحدہ حزب اختلاف کی تمام جماعتوں نے اس کا بائیکاٹ کیا لیکن تمام لوگ اس وقت ششدر رہ گئے جب انہوں نے ڈاکٹر اطہر قریشی کو کانفرنس میں شرکت کے لیے موجود پایا۔ جیسے ہی وہ گیٹ میں داخل ہوئے اخباری نمائندوں نے ان پر سوالوں کی بوچھاڑ کر دی۔ اور انہوں نے مسکرا کر پوچھا ڈاکٹر صاحب آپ یہاں کیسے؟ متحدہ حزب اختلاف نے تو بائیکاٹ کر رکھا ہے۔ ڈاکٹر اطہر قریشی نے صحافیوں کے استفسار پر بتایا کہ جماعت اسلامی کا واضح موقف ہے کہ ہر ایک سے تعاون لیا جائے اور تعاون کیا جائے۔ اس لیے جماعت اسلامی کی صوبائی جماعت نے اس اجلاس میں شرکت کا فیصلہ کیا۔ جماعت اسلامی کے اس "دو رخی" کردار کو کیا نام دیا جائے؟

۱۹۸۸ء کے انتخابات سے چند روز قبل پروفیسر غفور احمد ۷۰ کلفٹن کا طواف کرتے رہے کہ کسی طرح پیپلز پارٹی ان کو بھی اپنے "خیمہ" میں جگہ دے دے۔ جماعت اسلامی اور پیپلز پارٹی کے "اتحاد" کی بھرپور کوشش کرتے رہے جب "لے دے" ہوئی تو امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد نے پشاور میں پریس کانفرنس کے ذریعہ وضاحت کرنے کی کوشش کی کہ "اتحاد نہیں ہوا" مفاہمت ہوئی ہے۔ حالانکہ اس سے قبل ۱۹۸۷ء میں پیپلز پارٹی کے سکریٹری جنرل فاروق لغاری نے "منصورہ" میں امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد سے ملاقات کی اور پیپلز پارٹی کی چیئرپرسن بیگم نصرت بھٹو کا خط دیا۔ اسی وقت سے پیپلز پارٹی اور جماعت اسلامی کے درمیان "گٹھ جوڑ" کا جو سلسلہ شروع ہوا تو آج تک جاری ہے۔ جماعت اسلامی کو پیپلز پارٹی کا گٹھ جوڑ مبارک ہو۔

سوال یہ ہے کہ جماعت اسلامی کے خرچے سے چلنے والے "جریدوں" کو جماعت اسلامی کی یہ دوغلی پالیسی کیوں نظر نہیں آتی۔ وہ جماعت اسلامی کے "گندے دامن" اور "داغدار قبا" کو کیوں نہیں دیکھتے۔ جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد پیپلز پارٹی کے جنرل سکریٹری سے گفت و شنید کریں تو کوئی حرج نہیں۔ پروفیسر غفور ۷۰ کلفٹن کا طواف کریں تو سیاسی مصلحت

ہے۔ پیپلز پارٹی اور جماعت اسلامی مل کر دی۔ آئی۔ پی کی طرح بیرون ملک کا دورہ کریں گی اور اصل صحیح اور یہ دلیل پیش کی جائے کہ کشمیر کے مسئلہ پر اسلامی ممالک کی رائے عامہ کو ہموار کرنے کے لیے گئے ہیں۔ پاکستان کی بقا کا سوال ہے۔ لیکن مولانا شاہ احمد نورانی قومی تقاضے کے تحت کشمیر کے مسئلہ پر وزیراعظم کی آل پارٹیز کانفرنس میں شرکت کے لیے اسلام آباد میں ان سے ملاقات کریں تو بہت بڑا گناہ ہو گیا۔ مولانا پر جماعت اسلامی کی "زرد صحافت" نے کیچڑ اچھالنا شروع کر دیا۔ لیکن جماعت اسلامی کے اس کردار پر جماعت کے "جریدوں" کو سانپ سونگھ جاتا ہے۔ وہ جماعت اسلامی کے گریبان میں جھانک کر کیوں نہیں دیکھتے۔ "عورت کی حکمرانی" کو تقویت کون پہنچا رہا ہے؟ جماعت اسلامی کی "منافقانہ" پالیسی یا مولانا شاہ احمد نورانی کے جرأتمندانہ اقدامات، مولانا شاہ احمد نورانی نے تو ہمیشہ برملا یہ کہا ہے کہ آئی جے آئی اور پیپلز پارٹی دونوں "کھوٹے سکے کے دو رخ ہیں"۔ مولانا شاہ احمد نورانی پر تو قدرت کا بڑا کرم ہے۔ قدرت نے انہیں وہ عزت بخشی کہ جس اسمبلی کی سربراہی "عورت" کے ہاتھ میں ہو وہاں بھیجنا پسند ہی نہیں فرمایا۔ البتہ "منافقوں" کو قدرت کی طرف سے "سزا" اور "رسوائی" ضرور ملی ہے کہ "عورت" کی سربراہی بھی قبول کرو۔ اس کی اسمبلی میں بھی بیٹھو اس کی اسمبلی کو "حرام" بھی سمجھو لیکن حرام ہی سمجھ کر عورت کی اسمبلی سے ملنے والا "بھتہ" بھی کھاتے رہو۔

جماعت اسلامی کے "جریدوں" نے آجکل پھر ایک نیا شوشہ چھوڑا ہے کہ حلقہ نمبر ۹۹ کے انتخابات میں آئی جے آئی کو جو شکست ہوئی ہے وہ مولانا شاہ احمد نورانی کی وجہ سے ہوئی ہے۔ حالانکہ "کچھ لے دے" کر انتخاب کے میدان سے "مولانا الوری" کو دستبردار کرا دیا گیا اور ان سب میں "لین دین" جماعت اسلامی ہی کا ہاتھ تھا جس کی وجہ سے جمعیت میں کشیدگی بھی ہوئی "دراڑ" بھی پڑی اور جماعت اسلامی کی دیرینہ خواہش بھی پوری ہوئی۔ مولانا الوری انتخابات کے میدان سے تو ہٹ گئے لیکن آئی جے آئی کی نو جماعتوں کو اگر پیپلز پارٹی نے شکست دے دی تو مولانا نورانی کا کیا قصور۔ جماعت کے "جریدوں" کو بہرحال جماعت کی نمک حلالی تو کرنی ہی ہے۔ ان کے نزدیک جھوٹ اتنا بولو کہ سچ کا گمان ہو جائے یا پھر اس مقولہ کے مطابق کہ اگر مستقل پانی کی بوند چٹان پر پڑے تو اس میں سوراخ ہو جاتا ہے۔ لیکن وہ یہ بھول گئے کہ چٹان کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں۔ بعض "چٹانیں" اتنی مضبوط ہوتی ہیں کہ پانی ڈالنے والے کی موت تو واقع ہو جاتی ہے لیکن "چٹان" کا کچھ نہیں بگڑتا۔ مولانا نورانی کا عزم اور ولولہ ایک چٹان کے مانند ہے کتنا ہی جھوٹ بولو کتنی ہی کردار کشی کرو اس مرد مومن کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ کیونکہ وہ حق و صداقت کی آہنی چٹان ہیں۔

جماعت اسلامی کے "پروردہ" جریدوں نے اس "مرد مومن" کے کردار کشی کی قسم کھا رکھی ہے مولانا شاہ احمد نورانی کا سیاسی کردار جتنا بے داغ ہے شاید ہی پاکستان میں کسی سیاستدان کا ہو۔ جمہوری عمل کو جاری رکھنے کے لیے ان کے شاندار کارناموں سے عوام پاکستان پوری طرح واقف ہیں۔ ذوالفقار علی بھٹو نے جب "ادھر تم ادھر ہم" کی بے سری بانسری بجائی اور مشرقی پاکستان جانے والوں کے ہاتھ پاؤں توڑ دینے کی دھمکی دی تو مولانا شاہ احمد نورانی انہیں للکارتے ہوئے مشرقی پاکستان گئے۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے ہی عوام پاکستان کو سب سے پہلے مطلع کیا کہ اقتدار مجیب الرحمٰن کے حوالے کیا جائے ورنہ پاکستان ٹوٹ جائے گا جس کا بعد میں اقرار کیا گیا۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے ہی دستور میں پاکستان کو اسلامی جمہوریہ پاکستان قرار دلوایا انہیں کی کاوشوں اور کوششوں کا نتیجہ تھا کہ قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار دیے گئے۔ جب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے ظلم اور تشدد کا بازار گرم کیا تو مولانا شاہ احمد نورانی ہی کی کوششوں سے پی این اے تشکیل پایا۔ ملک میں ایک ایسی تحریک چلی جس کی ماضی میں کوئی مثال تھی اور نہ شاید مستقبل میں کوئی مل سکے۔ لیکن جماعت اسلامی نے تحریک کے شہیدوں سے غداری کی اور ضیاء الحق کی بے ساکھی بن کر اقتدار میں شریک ہوئی۔ مولانا شاہ احمد نورانی کا قصور یہ تھا کہ وہ چور دروازے سے اقتدار میں شامل نہیں ہوئے اور چوروں کا ساتھ نہیں دیا۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے ہی مارشل لاء کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور جماعت اسلامی کے "آقا" ضیاء الحق کی کھل کر مخالفت کی۔ جماعت اسلامی کو یہی دکھ ہے۔ جماعت اسلامی چاہتی تھی کہ جس طرح وہ ضمیر فروشی سے کام لے رہی ہے اس کا ساتھ جمعیت علماء پاکستان بھی دے۔ جماعت اسلامی نے ضیاء الحق کا ساتھ دیکر اسلام کو بدنام کیا۔ اور پھر نوبت یہاں تک پہنچی کہ سوشلسٹ قوتیں جن کو "اتحاد" کے ذریعہ نیست و نابود کر دیا گیا تھا پھر طاقتور بن گئیں "دو بے نظیر" کامیاب ہو گئیں۔ "بے نظیر" اس لیے کامیاب ہوئیں کہ جماعت اسلامی نے "ضیاء الحق" کی باقیات کے ساتھ اپنا دامن وابستہ کر لیا تھا۔ عوام پاکستان کے دل میں ضیاء الحق کے خلاف جو نفرت بیٹھی تھی انہوں نے انتخابات میں پی پی کو ووٹ دیکر اس کا مظاہرہ کیا۔ جماعت اسلامی ہی کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے جمعیت علماء پاکستان کو آئی جے آئی کے اتحاد میں شامل نہیں کیا گیا جس کا انکشاف خاکسار تحریک کے خان اشرف خان نے کیا۔ اور جب آئی جے آئی شکست سے دوچار ہوئی تو شکست اور زوال کی ذمہ داری جمعیت علماء پاکستان پر ڈالنے کی کوشش کی گئی۔ اعداد و شمار سے اس بات کو ثابت کیا جا چکا ہے کہ آئی جے آئی کی وجہ سے جمعیت علماء پاکستان کو تقریباً بیس سیٹوں سے ہاتھ دھونا پڑا۔ ضمنی انتخابات میں جمعیت علماء پاکستان نے آئی جے آئی کے لیے تیرہ نشستوں پر الیکشن نہیں لڑا۔ لیکن حلقہ نمبر ۹۹ پر جب مولانا الوری کو انتخابات کے لیے جمعیت کی طرف سے ٹکٹ دیا گیا تو جماعت اسلامی ہی نے گھناؤنا منصوبہ بنا کر ان کو انتخاب سے دستبردار کرایا حالانکہ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ جب جمعیت نے تیرہ سیٹوں پر اپنے امیدوار نہیں کھڑے کیے تو حلقہ نمبر ۹۹ سے آئی جے آئی کو جمعیت کے حق میں دستبردار ہو جانا چاہیئے تھا لیکن جماعت اسلامی کا مقصد الیکشن جیتنا نہیں تھا بلکہ جمعیت علماء پاکستان میں دراڑیں ڈالنا تھا۔ مولانا الوری کے انتخابات سے دستبردار ہونے کے بعد بھی اگر نو جماعتیں مل کر پیپلز پارٹی سے انتخاب ہار جائیں تو انہیں شرم آنی چاہیئے۔ اپنی ناکامی اور رسوائی کا داغ دوسروں پر کیوں ڈال رہی ہیں۔ جماعت اسلامی کے "پروردہ" جریدے" اپنا چہرہ ان حقائق کے آئینہ میں دیکھیں اور کردار کشی سے باز رہیں۔

وفاقی بجٹ نمبر

فیڈریشن آف پاکستان چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری کے بجٹ تبصرے اور تجاویز

محمد احمد صدیقی

پاکستان کی ۴۳ سالہ تاریخ میں پیپلز پارٹی کی حکومت نے ایک ریکارڈ بجٹ پیش کیا ہے جو ۹۵-۱۹۹۴ء کے مالی سال کے لئے رکھا گیا ہے۔ بجٹ دو کھرب ۰۰ ارب روپیہ کا ہے جس میں ۱۶۲ ارب روپیہ دفاعی اخراجات کے لئے ۴۳ ارب ترقیاتی اخراجات کے لئے اور پانچ ارب صوبوں کی امداد کے لئے مختص کئے گئے ہیں۔ بجٹ کے اخراجات کو متوازن کرنے کے لئے ۳ء۴۳ ارب روپیہ بیرونی اور ۱۰۳ ارب روپیہ اندرونی ذرائع سے حاصل کئے جائیں گے۔ ۷ء۵ ارب روپیہ کا بجٹ میں خسارہ زائد ٹیکس لگا کر پورا کیا جائے گا۔

فیڈریشن آف پاکستان چیمبرز آف کامرس اینڈ انڈسٹری نے تیس سال میں پہلی مرتبہ اپنے ۳۶ چیمبرز اور ۱۰۰ سے زیادہ دیگر ایسوسی ایشنز سے اس بجٹ پر تبصرے اور سفارشات طلب کیں۔ ان تبصروں کی بنیاد پر کچھ سفارشات مرتب کی گئی ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ سفارشات حکومت کی تمام تر پالیسی کے مطابق ہیں جو اس نے سرمایہ کاری کے فروغ، روزگار کی فراہمی اور متوازن ادائیگی کو بہتر بنانے کے لئے اپنائی ہے۔ غیر ملکی قرضوں کا بوجھ اتنا زیادہ ہے کہ ان کے تبادلہ کا ذریعہ عملی طور پر مسدود ہو کر رہ گیا ہے۔ اس صورت حال میں برآمدات کا اضافہ ہی مستقبل میں اقتصادی ترقی کے لئے واحد سہارا بن گیا ہے۔

درحقیقت ہماری سفارشات کا مرکز وہ نئی ٹیکس تجاویز ہیں جو موجودہ حکومت کی اعلان کردہ اس پالیسی سے متصادم ہیں جو اس نے صنعتی ترقی کے فروغ کے لئے تشکیل دی ہے۔ ہماری سفارشات مندرجہ ذیل ہیں۔

پہلا حصہ:

مخصوص تبصرے:

۱۔ نئی ٹیکس تجاویز اور صنعتی پیداواری لاگت:

نئے ٹیکس تجاویز کی رو سے ۸ ارب روپیہ کل آمدنی کا تخمینہ لگایا گیا ہے اس میں سے آدھی سے زیادہ رقم امپورٹ سرچارج میں ۷ سے ۱۰ فیصد کا اضافہ کرکے حاصل کی جائے گی۔ ۲ء۱ ارب روپے کی رقم سینٹرل ایکسائز سے، ایک ارب انکم ٹیکس سے اور باقیماندہ رقم سیلز ٹیکس سے وصول کی جائے گی۔ اب یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ۳ فیصد سرچارج میں اضافے سے افراط زر کا رجحان بڑھے گا اور صنعتی پیداواری لاگت میں مندرجہ ذیل اسباب کی بنا پر اضافہ ہوگا۔

ا۔ مشینری اور آلات کی قیمتوں میں اضافہ۔

ب۔ مشینری و آلات کے لئے فالتو پرزہ جات کی قیمتوں میں اضافہ۔

پ۔ درآمدی خام مال کی قیمت میں اضافہ۔

ت۔ روپیہ کی قیمت میں کمی۔

ج۔ بجلی کے نرخوں میں اضافہ اس سے پیشتر پانی اور گیس کے نرخوں میں ۴۵ فیصد کا اضافہ کیا گیا تھا۔ تقریباً اتنا ہی اضافہ توانائی (LPG) کے نرخوں میں پچھلے مارچ کے مہینہ میں کیا گیا تھا۔ ان تمام اسباب سے پیداواری لاگت میں اضافہ ناگزیر ہے۔

۲۔ کم سے کم اجرت:

موجودہ حکومت نے تجویز کیا ہے کہ ایک ورکر کو کم سے کم اجرت ۱۱۰۰ روپیہ ماہوار دی جائے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ اس صورت میں زیادہ مناسب ہوتا اگر اجرت کے اس اضافہ کو کارکردگی پیداوار اور کارگزاری سے منسلک کیا جاتا کیونکہ اجرت میں کوئی بھی اضافہ کسی پیداوار میں اضافہ سے مشروط کئے بغیر کرنا برائی کے ایک چکر کو جنم دیتا ہے۔ جس سے ایک کے بعد دوسری برائی پیدا ہوتی چلی جاتی ہے۔ اجرت میں کسی قانون کے ذریعہ یہ جبری اضافہ اجتماعی سودے کاری کے نظام کو بھی کمزور کرے گا تاہم کم سے کم اجرت کے قانون کے نفاذ کے وقت یکسانیت کا لحاظ رکھا جائے اور تمام ورکروں کو خواہ وہ کسی صنعتی، زرعی یا تجارتی ادارے میں ہوں یکساں اجرتیں دی جائیں۔

کم سے کم ۱۱۰۰ روپیہ کی جو اجرت تجویز کی گئی ہے ان افراد کے لئے جو پرائیویٹ اور دیگر شعبوں میں کام کرتے ہیں۔ اس اجرت کو ان کی وصولیابی کے پورے حساب کی حد تک محدود کیا جائے۔

ا۔ مثلاً وہ تمام قسم کے الاؤنس جو انہیں مختلف شکلوں میں ہر ماہ ادا کئے جاتے ہیں۔

ب۔ قانونی بونس کے علاوہ جو بونس انہیں دیئے جاتے ہیں۔

ج۔ اب چونکہ کم سے کم اجرت کا اصول متعارف کرادیا گیا ہے۔ لہٰذا اجتماعی سودے کاری کو جو ہر دو سال بعد اجتماعی سودے کار کے ذریعہ متعین کی جاتی ہے آئندہ دو سال کے لئے متروک کر دی جائے۔

۳۔ امپورٹ لائسنس فیس:

امپورٹ لائسنس فیس میں ایک فیصد کا اضافہ نہ صرف درآمدات کی قیمت میں اضافہ کرے گا بلکہ امپورٹرز کے سرمایہ کو اس وقت تک چھ فیصد کی حد تک منجمد کردے گا جب تک درآمدات کا پورا عمل مکمل نہیں ہو جاتا۔ یہ صنعت پر ایک بڑا بوجھ ثابت ہوگا، اور زیر عمل سرمایہ کو محدود کردے گا۔

مذکورہ بالا احتیاط سے بیان کئے گئے حقائق کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ ان کے زیر اثر صنعتی پیداوار کی لاگت میں اضافہ ہوگا۔ پر اپنے تخمینوں کے مطابق یہ اضافہ ۲۵ سے ۳۵ فیصد تک ہو سکتا ہے۔

خاص طور سے ان صنعتوں میں جو برآمدات کی بنیاد پر چلتی ہیں فطری طور پر یہ بوجھ بغیر کسی تلافی مثلاً ایکسپورٹ ریبیٹس وغیرہ کے نئی سرمایہ کاری اور پیداوار نیز برآمدات کے لئے ایک دھچکہ ثابت ہوگا۔

۴۔ پام آئل پر درآمدی ڈیوٹی:

نئی بجٹ تجاویز میں پام آئل پر درآمدی ڈیوٹی واپس لے لی گئی ہے۔ اس کے نتیجہ میں حکومت کو ۱۰۵ ارب روپیہ کا خسارہ ہوگا۔ یہ تعجب خیز بات ہے ایسا کرکے نہ جانے کیا خدمت انجام دی گئی ہے ۱۵ اپریل ۱۹۹۰ء کو ایڈوائیزری کونسل کی میٹنگ میں جس کی صدارت وفاقی وزیر برائے خزانہ نے کی تھی۔ ایف پی سی سی اینڈ آئی کے صدر نے بتایا تھا کہ پام آئل کی درآمد سے ملک میں غیر قانونی یونٹ فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ جو بنیادی طور پر ملک سے ایڈیبل آئل (گھی) کو اسمگل کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ پام آئل پر درآمدی ڈیوٹی کا خاتمہ نہ صرف حکومت کے لئے نقصان دہ ہے بلکہ مجرمانہ سرگرمیوں کی اعانت کرنے کے مترادف ہے لہٰذا امپورٹ ڈیوٹی کا دوبارہ نفاذ بلکہ اس میں تھوڑا سا اضافہ حکومت کی ۱۰۵ ارب روپیہ کی آمدنی کا ذریعہ بنے گا۔ چاول کے بھوسے کا ۲,۱۶,۰۰۰ ٹن تیل اور ۲,۵۰,۰۰۰ ٹن بنولے کا تیل غیر قانونی یونٹوں کے ممکنہ استعمال کے لئے ملک میں دستیاب ہے۔

۵۔ یارن پر ایکسائز ڈیوٹی:

یارن کی ایکسائز ڈیوٹی میں دو روپیہ فی کلوگرام سے چار روپیہ فی کلوگرام کا اضافہ گھریلو صنعتوں اور برآمد کنندگان پر غیر متناسب اثرات مرتب کرے گا۔ عام طور پر ۷۰ فیصد یارن کی مصنوعات برآمد کی جاتی ہیں جبکہ ۳۰ فیصد گھریلو صنعتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جو اس اضافہ سے بہت متاثر ہوں گی جب کہ برآمد کنندگان عالمی منڈی کے موافق حالات سے لطف اندوز ہوتے رہیں گے۔

۶۔ انیملڈ کاپر وائر پر سیلز ٹیکس:

انیملڈ کاپر وائر پر سیلز ٹیکس کی چھوٹ ختم کر دی گئی ہے جس کی وجہ سے بجلی کے پنکھے بنانے والوں میں سخت تشویش پائی جاتی ہے کیونکہ یہ بنیادی خام مال ہے جو پنکھا سازی میں استعمال ہوتا ہے یہ بری طرح سے پنکھوں کی قیمت کو متاثر کرے گا، جنہیں عام آدمی استعمال کرتا ہے۔ لہٰذا سیلز ٹیکس کی چھوٹ کو اس آئٹم پر بحال کیا جائے۔

۷۔ راب یا شیرہ:

راب یا شیرہ پر ۱۲.۵ فیصد سیلز ٹیکس تجویز کیا گیا ہے ۹۰ فیصد راب ملک میں تیار کیا جاتا ہے۔ جو برآمد کیا جاتا ہے اور اس پر ۵۰ فیصد ایکسپورٹ ڈیوٹی ہے سیلز ٹیکس کی وجہ سے یہ بوجھ بڑھ کر ۶۰ فیصد ہو جائے گا۔ جو اس کی برآمدات کو بری طرح متاثر کرے گا۔ لہٰذا جب تک گھریلو استعمال بڑھ نہیں جاتا اس وقت تک اس پر مجوزہ سیلز ٹیکس واپس لیا جائے اور ایکسپورٹ ڈیوٹی میں ۱۰ فیصد کی کمی کی جائے۔

۸۔ شکر پر ایکسائز ڈیوٹی:

شکر کی زائد پیداوار پر ۵۰ فیصد ایکسائز ڈیوٹی کی ربیٹ ایک مستحسن اقدام ہے تاہم یہ تجویز کیا جاتا ہے کہ اس کا اطلاق ۹۰-۱۹۸۹ء کے مالی سال پر بھی کیا جائے تاکہ موجودہ مالی سال کو بھی نظر انداز نہ کیا جا سکے۔

دوسرا حصہ:

عام تبصرے:

۱۔ خود تشخیصی نظام:

اگرچہ کہ خود تشخیصی نظام دوبارہ نافذ کیا گیا ہے۔ لیکن اس کا دائرہ کار محدود کردیا گیا۔ اس لئے اس کا اپنا مخصوص کردار ختم ہو گیا اب یہ صرف ان کے لئے قابل عمل ہوگا جن کی آمدنی دو لاکھ روپیہ سے زیادہ ہوگی۔ اور کمپنیوں کو اس کے دائرہ قانون سے نکال دیا گیا اس طرح سے جو انکم ٹیکس کا گوشوارہ بھرنے والا اپنے گوشوارے میں ایک لاکھ روپیہ کا ریٹرن ظاہر کرے گا وہ بھی اب خود تشخیصی اسکیم سے فائدہ نہیں اٹھا سکے گا لہٰذا ایف پی سی سی اینڈ آئی یہ تجویز پیش کرتی ہے کہ خود تشخیصی اسکیم کو پوری طرح نافذ کیا جائے اور دو لاکھ کی پابندی کو ختم کیا جائے۔

۲۔ جنرل سیلز ٹیکس:

پرانے سیلز ٹیکس کے بجائے ہم اکتیس آئٹموں پر جنرل سیلز ٹیکس لاگو کر دیا گیا ہے اب تقریباً کوئی آئٹم باہر نہیں رہا ہے۔ اس سے نہ صرف قیمتوں میں اضافہ ہوگا بلکہ بدعنوانیاں بھی جنم لیں گی۔ سب سے زیادہ گھریلو صنعتیں متاثر ہوں گی جو اب سیلز ٹیکس انسپکٹروں کے رحم و کرم پر ہوں گی کیونکہ وہ کاغذی کارروائی کے بغیر زبانی طور پر اپنا کاروبار چلاتی ہیں۔

اس لئے یہ تجویز کیا جاتا ہے کہ سیلز ٹیکس کی لسٹ پر نظر ثانی کی جائے اور گھریلو صنعتوں کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ اگر تمام گھریلو صنعتوں کو استثنیٰ دینا ممکن نہ ہو تو اس کے لئے دس لاکھ روپیہ کی حد مقرر کر دی جائے زیادہ سے زیادہ ۲۰ آئٹموں کو جنرل سیلز ٹیکس کے زمرہ میں شامل کیا جائے اور ۳۱ آئٹموں کی لسٹ کو واپس لے لیا جائے۔ درآمدی سامان پر پانچ فیصد سے زیادہ سیلز ٹیکس نہیں ہونا چاہیئے۔

۳۔ کیپٹل ویلیو ٹیکس:

اس ٹیکس کا اجراء پچھلے سال کیا گیا تھا جس کا مقصد چھپی ہوئی دولت کو نکال کر نئے انکم ٹیکس دہندگان پیدا کرنا تھا تاہم گفٹ پر اس کا اطلاق گفٹ ٹیکس کو متعارف کرانے کے مترادف ہے جو پہلے ہی ختم کیا جا چکا ہے اس لئے تجویز کیا جاتا ہے کہ کیپٹل ویلیو ٹیکس صرف انکم ٹیکس نادہندگان تک محدود کیا جائے۔

۴۔ چیکوں کے ذریعہ ادائیگی:

اس شرط کو کہ کوئی بھی خرچ جو پچیس ہزار سے زیادہ کا ہو صرف اس صورت میں ٹیکس ادا کرنے والے کی آمدنی میں سے منہا کیا جائے گا۔ جبکہ اس کی ادائیگی کراس چیک کے ذریعہ کی گئی ہو۔ واپس لیا جائے۔ اس لئے کہ ہمارے ملک میں بینکوں کا نظام ترقی یافتہ نہیں ہے

۵۔ منافع کی آمدنی:

این آئی ٹی اور آئی سی پی یونٹوں کے منافع کی رقم پر چھوٹ کو ۱۵,۰۰۰ سے گھٹا کر ۱۰,۰۰۰ روپیہ تک کردینے

سے بجٹ کی موسلا سکتی ہوگی لہٰذا اس بجٹ تجویز کو واپس لیا جائے۔

۶۔ گڈون اماز ئی:

تجارتی ادارے بہت عرصہ سے گڈون کے صنعتی علاقہ کو دی جانے والی غیر مناسب مراعات کے خلاف احتجاج کرتے رہے ہیں یہ مراعات دوسرے علاقوں میں قائم ایسی ہی صنعتوں کو نا مساعد، غیر مفید اور غیر مساوی صورت حال سے دوچار کئے ہوئے ہیں۔ گڈون کے علاقہ میں لگنے والی ۱۲۲ صنعتیں جو تکمیل کے مختلف مراحل میں ہیں اگر ایسی ہی صنعتوں کو اس مخصوص صنعتی علاقہ سے باہر لگایا جائے تو حکومت کو ۷ ارب روپے کی آمدنی ہو گی افسوس کا مقام ہے کہ اس اہم مسئلہ کا بجٹ تقریر میں کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ ان حالات میں گڈون کے علاوہ کسی اور دوسرے صنعتی علاقہ میں کوئی سرمایہ کاری نہیں ہو رہی ہے لہٰذا پر زور طریقے سے حکومت کے سامنے یہ تجویز رکھی جاتی ہے کہ وہ آزاد کشمیر اور دوسرے صوبوں میں بھی انہی مراعات کے ساتھ مزید صنعتی زون قائم کرے

۷۔ ایس۔ آر۔ او ۵۸۸ کمپری ہینسیو

امپورٹ سپرویژن اسکیم:

یہ بتانے کی ضرورت نہیں اس مجوزہ اسکیم میں پیچیدگی پائی جاتی ہے اور یہ پاکستان میں امپورٹ کرنے والوں کے لئے مزید بوجھ کا سبب بنے گی۔ یہ اسکیم غیر ملکی قرض عطا کرنے والوں کو خوش کرنے کے لیے وضع کی گئی ہے مگر ماضی کے تجربات بتاتے ہیں کہ اس اسکیم کے نفاذ سے بے قاعدگی اور کرپشن کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آیا۔

تیسرا حصہ:-

سفارشات:

مندرجہ بالا تبصروں کی روشنی میں مندرجہ ذیل سفارشات بجٹ کو حتمی شکل دینے سے پیشتر حکومت کے غور و فکر کے لئے پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) صنعتی پیداوار کی لاگت میں اضافہ کی تلافی کے لئے جو نئے ٹیکسوں کی وجہ سے ہو گا ایکسپورٹ ریبیٹ دیا جائے۔ ہم پر زور مطالبہ کرتے ہیں کہ ۲۵ سے لے کر ۳۵ فیصد تک ریبیٹ متاثر صنعتوں کو دی جائے۔

(۲) امپورٹ سرچارج میں ۳ فیصد کا اضافہ مکمل طور

پیدا نہیں کیا جائے۔

(۳) ام آئی سی پی سابقہ میں جزا سد روپے فی لیٹر امپورٹ ڈیوٹی مقرر ہوا نافذ کی جائے۔ اس سے حکومت کو ۵ ارب روپے کی آمدنی ہو گی۔

(۴) پاکستان اسٹیل ملز، شپ یارڈ انجینئرنگ کارپوریشن آف پاکستان اور پاکستان ریلوے کی نجکاری کر کے حکومت ۴۰ ارب روپے حاصل کر سکتی ہے۔

(۵) حکومت واپڈا کے بجلی کے نقصانات [illegible] کو نارمل سطح پر لانے کے لئے ضروری اقدامات کرے اس طرح حکومت کو ۵ ۔۳ ارب روپے کی ناگزیر آمدنی ہو سکتی ہے۔

(۶) دولت ٹیکس کے ویلیو ایشن کے لئے پیداواری اثاثہ جات ایڈیشنس پریمیئر کو بڑھا کر دس روپے فی یونٹ سے چار سو روپے فی یونٹ (۲۰۰ ۱۱ ٪) کیا جائے۔

(۷) غیر منظم تجارتی اور صنعتی شعبہ میں تاجروں اور کارخانہ داروں میں فکسڈ ٹیکس کا سسٹم متعارف

کیا جائے اس [illegible] کی ادائیگی [illegible] کے لئے [illegible] ہے۔

(۸) [illegible] ہونے کی وجہ سے [illegible] واپس لے لیا جائے۔ اگر [illegible] مفید [illegible] ہے تو اس سلسلہ میں [illegible] کی [illegible] کیا جائے۔

(۹) کم سے کم اجرت کا تعین [illegible] کیا جائے۔ [illegible] کم سے کم اجرت کا ایک [illegible] ایک سال میں حاصل نہیں کیا جا سکتا [illegible] سالوں میں [illegible] اس کا حصول ممکن ہو [illegible] اور اجیر دونوں کے مفادات میں [illegible] کے قابل ہو جائے۔



جس بچے کے ہاتھ میں کتابیں اور پھول ہونا چاہیں اس کے ہاتھ میں پتھر دینے والے امن و قوت کے دشمن ہیں۔

محبت

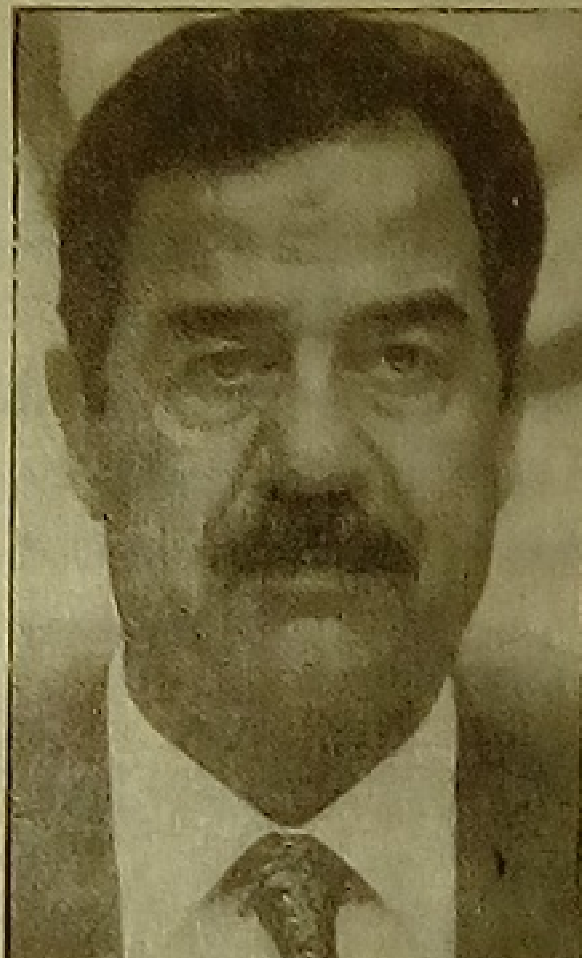
مسز شازیہ کمال حسین
سلطان آباد، کراچی

محبت وہ سنگلاخ جذبہ ہے جو پہاڑوں میں اپنا راستہ بناتا ہے، چٹانوں کے دل میں سوراخ کر دیتا ہے، محبت دنیا کی ہر شے پر حاوی ہے دنیا محبت بغیر بے کار ہے۔ انسان محبت میں خود کو بھول کر گم ہو جاتا ہے، وہ دل نہیں پتھر ہے جس میں محبت کا جذبہ پرورش نہ پائے اور وہ انسان پتھر سے زیادہ بے کار ہے جو محبت نہیں کرتا۔ محبت ہی دراصل انسانیت کی بنیاد انسانیت کا سب سے بڑا ثبوت ہے جو ہمیشہ انسان کو اس انسانیت کے سبق سے آگاہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی باقی مخلوق حتی کہ فرشتوں سے بھی افضل بنا ہے۔ محبت ایسا دل نہیں جو ایک جگہ سے اس کی جگہ چلی جائے یہ تو وہ آسمان ہے جو ہمیشہ خدا [illegible] سائبان بن کر رہتا ہے اور اپنی اہمیت کا احساس دلاتا رہتا ہے۔ محبت امن ہے، سچائی ہے، سمندر کی طرح گہری، آسمانوں کی طرح وسیع، سیپ میں بند موتی کی طرح شفاف و پاک صاف، پھولوں کی طرح خوشبودار اور کلیوں کی طرح دلکش ہے۔

بغداد کی دھرتی نے ایک اور صلاح الدین ایوبی کو جنم دیا ہے

شاہ احمد نورانی

اسلامی شریعت سے جو بھی قانون متصادم ہوگا کالعدم قرار دے دیا جائے گا



امریکی یہودی کانفرنس نے دل کھول کر عربوں اور صدام حسین کے خلاف زہر اگلا ہے:

صدام حسین فلسطینیوں کے حق، مسجد اقصیٰ کی بازیابی نیز اسرائیلی حملہ کے دفاع کے لئے جو بھی قدم اٹھائیں گے، سب اس کا ساتھ دیں گے:

(بین الاقوامی اسلامی کانفرنس کی قرارداد)

حکومت عراق کی وزارت اوقاف اور مذہبی امور نے ایک بین الاقوامی اسلامی کانفرنس ۱۶، ۱۷ اور ۱۸ جون ۱۹۹۰ء کو بغداد میں منعقد کی تقریباً ۶۰ مسلم اور دیگر ممالک سے مسلم مندوبین کو مدعو کیا گیا جن کی تعداد لگ بھگ ۷۰۰ تھی، ایشیا، افریقہ، یورپ، امریکہ آسٹریلیا سبھی براعظموں کے مندوبین اس کانفرنس میں شرکت کے لئے عراق اور اسلامی دنیا کے ایک عظیم شہر بغداد میں تشریف لائے، پاکستان سے بھی ایک اچھی خاصی تعداد میں علماء اور مفکرین اس کانفرنس میں حکومت عراق کی دعوت پر شرکت کے لئے گئے، پاکستانی وفد میں ہر مکتبہ فکر کے افراد شامل تھے جن کی مجموعی تعداد ۲۵ سے زائد تھی، اس کانفرنس میں شرکت کے لیے ورلڈ اسلامک مشن کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی اور ان کے چند رفقاء کو بھی دعوت ملی، پاکستان سے ورلڈ اسلامک مشن کے وفد میں مولانا شاہ احمد نورانی کے علاوہ راقم الحروف اور ڈاکٹر مولانا جلال الدین نوری شامل تھے علمائے اہلسنت پاکستان کی نمائندگی مفتی سید شجاعت علی قادری، مولانا شاہ تراب الحق قادری اور صاحبزادہ فیض علی فیضی نے کی، لندن سے ورلڈ اسلامک مشن کے وفد میں محترم جناب سید غلام السیدین اور قمر الزمان اعظمی شامل تھے، بلجیم سے صاحبزادہ سردار احمد قادری تشریف لائے تھے ان حضرات کے علاوہ پاکستان سے دوسرے مکاتب فکر کے علماء، مفکرین اور صحافی حضرات اچھی خاصی تعداد میں موجود تھے، کانفرنس میں شریک اکثر مندوبین کو بغداد کے ایک مشہور فائیو اسٹار ہوٹل منصور میلیا میں ٹھہرایا گیا تھا پاکستان، بھارت، یورپ اور افریقہ کے تمام ہی شرکاء اسی ہوٹل میں تھے، ۱۵ جون کی شام تک تمام مندوبین بغداد پہنچ چکے تھے، خوش عقیدہ مسلمانوں کو ویسے بھی بغداد کی حاضری کی تمنا رہتی ہے، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور بیت المقدس کے بعد اس شہر کو اسلامی دنیا مقدس تصور کرتی ہے، کثیر تعداد میں اولیاء، صلحاء، علماء، فقہاء، اسلامی حکومت کے خلفاء کے علاوہ صحابہ کرام اہل بیت کرام شہدائے کربلا اور انبیاء علیہم السلام یہیں مدفون ہیں، سیکڑوں سال اسلامی دنیا کا مرکز رہا، کوفہ نجف اشرف اور کربلا بھی اسی سرزمین پر ہیں، ولیوں کے سردار حضرت سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ یہیں پر ہیں، فقیہوں کے امام اعظم امام ابوحنیفہؒ کی آخری آرام گاہ اسی شہر میں

پروفیسر شاہ فرید الحق

واقع ہے، علماء اور عوام اہلسنت کی تو دلی خواہش ہوتی ہے کہ کسی طرح بغداد حاضری کا شرف نصیب ہو علامہ شاہ احمد نورانی کی قیادت میں ورلڈ اسلامک مشن اور علمائے اہلسنت کا وفد ۱۵ جون کی دوپہر میں بغداد پہنچ گیا۔

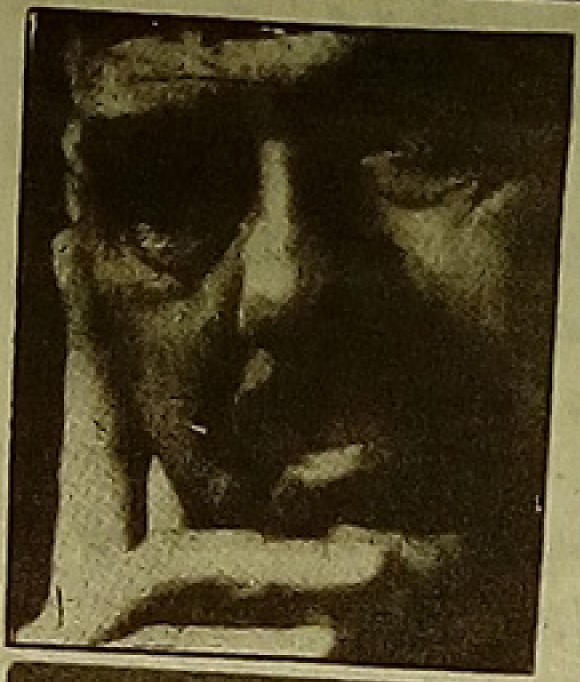
ہوٹل میں قیام کے بعد سب سے پہلے وفد سیدنا غوث الاعظم کے مزار مبارک پر جو وہاں باب الشیخ کے نام سے موسوم ہے، حاضر ہوا، عقیدت کے پھول نچھاور کئے، سیدنا شیخ یوسف، نقیب الاشرف دربار غوثیہ سے شرف ملاقات حاصل ہوا، بعدہٗ یہ وفد سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حاضر ہوا، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق دو رکعت نفل نماز ادا کر کے دعا کی گئی، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں

اسلام کی بنیاد عرب میں ہے، عرب قومیت سے مراد اسلامی قومیت ہے

جب امام اعظم کے مزار پر حاضر ہوتا ہوں تو دو رکعت نفل ادا کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہوں تو میری دعا مستجاب ہوتی ہے، ہمیں بھی یہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری بھی دعائیں ان بزرگوں کے طفیل مستجاب کرے گا۔

۱۶ ر جون صبح ۱۰ ر بجے کانفرنس ایک بڑے پروقار آڈیٹوریم جو اسی قسم کی کانفرنسوں کے لئے تیار کیا گیا ہے منعقد ہوئی یہ کانفرنس حال ہوٹل الرشید کے بالمقابل واقع ہے، عموماً سیاسی، غیر سیاسی، مذہبی بین الاقوامی کانفرنسیں اسی ہال میں منعقد ہوتی ہیں کانفرنس تلاوت کلام پاک سے شروع ہوئی افتتاحی اجلاس سے جمہوریہ عراق کے نائب صدر نے خطاب فرمایا اور تمام مندوبین کو خوش آمدید کہا، اسلامی دنیا کو درپیش مسائل خصوصی طور پر عرب دنیا کو درپیش صیہونی سازش اور خطرات سے آگاہ کیا اور اپنے اس عزم کا اعلان کیا کہ عراق صیہونی ریشہ دوانیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہے۔

افتتاحی تقریب کے بعد کانفرنس کا باقاعدہ آغاز ہوا، پہلے اجلاس کے صدارتی پینل کی سربراہی کے لیے مولانا شاہ احمد نورانی کو دعوت دی گئی، اجلاس کے مندوبین کی تقاریر کا سلسلہ شروع ہوا بہت سے اسلامی ملکوں کے وزرائے اوقاف نے بھی شرکت کی، مندوبین کی تعداد کافی تھی، تقاریر عربی میں ہو رہی تھیں ساتھ ساتھ فرانسیسی اور انگریزی ترجموں کا بھی انتظام تھا ہر ملک سے ایک ایک مندوب کو تقریر کا موقع مل سکا، بعض ممالک مثلاً پاکستان اور چند عرب ممالک کے دو افراد نے تقریریں کیں پاکستان سے ورلڈ اسلامک مشن کی طرف سے مولانا شاہ احمد نورانی نے صدارت کی اور علمائے اہلسنت کی طرف سے اجلاس کے دوسرے دن یعنی ۱۷ ر جون کو مفتی سید شجاعت قادری کو موقع مل گیا انہوں نے عربی میں بڑی پرمغز تقریر کی عالم اسلام کو درپیش مسائل کا ذکر کیا انہوں نے صیہونی فتنہ اور ان تمام مسائل کا ذکر کیا جو مسلمانوں کو درپیش ہیں اور جہاں جہاں مسلمان مظالم کا شکار ہو رہے ہیں، انہوں نے اسرائیلی مظالم کے علاوہ کشمیر، افغانستان، ارٹیریا، لبنان اور فلسطین کا بھی ذکر کیا۔ پاکستانی مندوبین نے اجتماعی طور پر مفتی سید



صدام عربوں کے اختلافات مٹانے میں کامیاب نظر آرہا ہے

یہودی واویلا

شجاعت علی کی بے باکانہ تقریر کو خراج تحسین پیش کیا۔

کانفرنس کے روزانہ تین اجلاس ہوئے، تیسرے دن صرف دو اجلاس ہوئے، تیس سے زائد مندوبین نے تقاریر کیں عربی کے علاوہ صرف جاپان کے مندوب نے جاپانی زبان میں تقریر کی جس کا ترجمہ تقریر کے ساتھ عربی میں کیا گیا، تمام مندوبین نے عراق کے ساتھ اپنی یکجہتی کا اعلان کیا اور صیہونی خطرے سے نمٹنے کیلئے صدام حسین پر زور دیا کہ وہ صیہونیت کیخلاف جہاد کا اعلان کریں ہم تمام آپ کے شانہ بشانہ لڑنے کے لئے تیار ہیں۔

کانفرنس کا سب سے اہم اجلاس تیسرے دن یعنی ۱۸ ر جون کو ہوا۔ مندوبین کو وہیں پتہ چلا کہ جمہوریہ عراق کے صدر صدام حسین تشریف لا رہے ہیں۔ ان کی آمد کا غلغلہ ہوا۔ حفاظتی دستے زیادہ تعداد میں نظر آئے تقریباً ایک بجے وہ کانفرنس ہال میں تشریف لائے۔ تالیوں اور نعروں کی گونج میں تمام مندوبین نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا۔ بڑی دیر تک نعرے لگتے رہے صدام حسین نے ہاتھ اٹھا کر لوگوں کو جواب دیا۔ چہرے پر مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی ان کی آمد کے بعد دوسروں کی تقاریر ختم ہو گئیں۔ اعلان ہوا کہ صدر موصوف خطاب کریں گے۔

عربی میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے انہوں نے اپنا خطاب شروع کیا۔ بڑے پر اعتماد اور پرجوش لہجے میں خطیبانہ انداز کے ساتھ ایک گھنٹہ سے کچھ زائد ہی تقریر فرمائی۔ تقریر کے دوران بیچ بیچ میں کچھ لوگ کھڑے ہو کر ان کی تعریف اور توصیف میں عربی کے اشعار بھی پڑھنے لگتے۔ اس دوران صدام حسین خاموش ہو جاتے۔ بہرحال تقریر بڑی جاندار تھی۔ انہوں نے صیہونیت کے خلاف اپنے عزم کا اعلان کیا۔ فرمایا کہ ہم صیہونی سازش کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہیں کسی اسلامی ملک پر اسرائیل کا حملہ پوری دنیائے اسلام پر حملہ تصور کیا جائے گا۔ ہم سب مل کر اسرائیل کو نیست و نابود کر دیں گے۔ عرب دنیا پر ایک خصوصی ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔ قرآن اللہ کا پیغام ہے جو عربی زبان میں ہے قرآن کا پیغام پہنچانا سب سے پہلے عرب کی ذمہ داری ہم اس ذمہ داری کو پورا کریں گے۔ جب ہم عرب کا نام لیتے ہیں تو اس سے مراد اسلام ہے اس لئے کہ اسلام کی بنیاد عرب میں ہے عرب قومیت سے مراد اسلامی قومیت ہے۔

ساتھ ہی ساتھ انہوں نے اسلامی شریعت کا بھی ذکر کیا۔ انہوں نے برملا اعلان کیا کہ اسرائیل سے زیادہ ہم جمہوریت پسند ہیں۔ کوئی بھی قومی یا علاقائی قانون جو اسلامی شریعت سے متصادم ہوگا کالعدم تصور کیا جائے۔ ہم اسلام کا علم لیکر اٹھے ہیں۔ اس کی حفاظت کریں گے۔

صدام حسین نے اعلان کیا کہ اگر عراق اپنے حق کے لئے آٹھ سال جنگ لڑ سکتا ہے تو وہ عرب اور اسلام کے حق کے لئے تین چار پانچ یا آٹھ سال تک مزید جنگ لڑ سکتا ہے

صدام حسین نے اسرائیلی امریکی گٹھ جوڑ اور سازش کا بھی ذکر کیا انہوں نے کہا کہ امریکہ میں یہودیوں کی ایک کانفرنس ہوتی ہے جس کی روئیداد میرے پاس آئی ہے یہودیوں نے اپنے بغض و عناد کا جس طرح ذکر کیا ہے وہ مندوبین کانفرنس کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہیں۔ انہوں نے اسرائیلی کانفرنس کی روئیداد کی کاپیاں مندوبین میں تقسیم کرائیں۔ صدام حسین نے کہا کہ اس یہودی روئیداد میں یہ تحریر ہے کہ دنیا کی صورتحال صدام کے دور حکومت میں اور خطرناک ہو گئی ہے جو عربوں کے اختلافات مٹانے میں کامیاب نظر آرہا ہے۔

امریکی یہودیوں کی کانفرنس نے جو روئیداد شائع کی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ امریکی حکومت کے فیصلوں پر یہودی کس طرح اثر انداز ہوتے ہیں اس کانفرنس میں

چودہ سو امریکی یہودیوں نے شرکت کی جس میں امریکی نائب صدر اور امریکہ کے سیکریٹری دفاع نے شرکت کی اور کانفرنس سے خطاب کیا۔ اس کانفرنس نے صدام حسین اور عرب ممالک پر الزامات عائد کئے۔ کانفرنس میں جارج مچل نے جو ڈیمو کریٹک پارٹی کے سینیٹ میں لیڈر ہیں جارج بش صدر امریکہ کی حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا جس نے کانگریس کی اس تجویز کو کہ یروشلم یعنی بیت المقدس کو اسرائیل کا مستقل دارالخلافہ بنایا جائے، منظور نہیں کیا بہر حال اس یہودی اجتماع میں صدر صدام حسین کو بری طرح نشانہ بنایا گیا اور انہیں اس زمانہ کا ہٹلر قرار دیا گیا وہاں امریکی حکومت کے نمائندوں نے اسرائیل کی ہر طرح مدد کرنے کا اعلان کیا۔

اس یہودی کانفرنس میں امریکی ایوان نمائندگان ری پبلکن اقلیتی گروہ کے لیڈر نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ یہ تصور کہ دنیا امن کی طرف بڑھ رہی ہے غلط ہے اصل مقابلہ دنیا میں تیسری جنگ پر منتج ہوگا۔ جو اسرائیل اور عرب کے مابین ہوگا اور جو شرق اوسط میں لڑی جائے گی۔ اس نے کہا کہ صدام حسین عرب ممالک سے اپنی حیثیت منوا چکا ہے یہ بتا کر کہ اس نے آٹھ سال ایران سے جنگ کی اور جنگ جیت لی۔ اس نے کہا کہ صدام حسین ایران سے بھی اسرائیل کے خلاف خفیہ معاہدہ کر رہا ہے صدام حسین ایرانی افواج کے لئے عراقی سرحدیں کھولنے کے لئے تیار ہیں تاکہ بیت المقدس پر قبضہ کیا جا سکے۔

اس طرح امریکی یہودی کانفرنس نے دل کھول کر عربوں اور صدام حسین کے خلاف زہر اگلا۔ اسرائیل یہ سب کچھ امریکہ اور برطانیہ کی پشت پناہی سے کر رہا ہے امریکی اور یورپی ممالک آزادی اور بنیادی انسانی حقوق کا راگ بڑے زور شور سے الاپتے رہتے ہیں لیکن اسرائیل کے غاصبانہ قبضہ کی نہ مذمت کرتے ہیں نہ اس قسم کی سیکورٹی کونسل کی قرارداد کی حمایت کرتے ہیں نہ فلسطینیوں کو ان کا حق دلانے کے لئے تیار ہیں اسرائیل ننگ انسانیت بنا ہوا ہے فلسطینی عربوں کی نسل کشی کر رہا ہے لیکن امریکہ اور برطانیہ اسے تھپکی دے رہے ہیں۔

صدام حسین نے امریکی، یہودی گٹھ جوڑ کے خلاف مسلم ممالک کی رائے عامہ کو ہموار کرنے کے لئے یہ کانفرنس بلائی تھی جو انتہائی کامیاب ہوئی۔ قبل ازیں جب مولانا شاہ احمد نورانی اپنے وفد کے ساتھ بغداد ائیرپورٹ پہنچے تو اخباری نمائندوں کو جواب دیتے ہوئے شاہ احمد نورانی نے کہا کہ عالم اسلام کو یہودیوں اور عیسائیوں سے خطرہ ہے اس سازش کا مقابلہ کرنے کے لئے عالم اسلام کا ایک مشترکہ بلاک ہونا چاہئے۔ صدر صدام حسین یہودیوں اور عیسائیوں کا بھرپور مقابلہ کر رہے ہیں اور بغداد کی سرزمین پر صدر صدام حسین کے روپ میں ایک اور صلاح الدین ایوبی نے جنم لیا ہے۔

کانفرنس کا آخری اجلاس ۱۸ جون کی شام کو ہوا جس میں قراردادیں منظور کی گئیں۔ متفقہ قراردادوں کے ذریعے اسرائیلی عزائم کی مذمت کی گئی اور صدام حسین کے جرات مندانہ اقدامات اور اعلانات کی حمایت کا اعلان کیا گیا اسرائیل کو تمام دنیائے اسلام کے لئے عظیم خطرہ تصور کیا گیا اور عہد کیا گیا کہ صدام حسین فلسطینیوں کے حق کے لئے اور مسجد اقصیٰ کی آزادی کے لئے نیز اسرائیلی حملے کے دفاع کے لئے جو بھی قدم اٹھائیں گے اس کا سب ساتھ دیں گے یہ اعلان کیا گیا کہ کسی بھی عرب یا اسلامی ملک کے خلاف اسرائیلی حملے کو دنیائے اسلام کے خلاف حملہ تصور کیا جائے گا

اس طرح یہ بین الاقوامی اسلامی کانفرنس ۱۸ جون ۱۹۹۰ء کو ساڑھے دس بجے شب اختتام کو پہنچی۔ دوسرے روز مندوبین کو کربلا معلی، نجف اشرف اور سامرا وغیرہ کی زیارت کرائی گئی۔

الحمدللہ اور بفضلہ تعالیٰ اسلامی ملک کے ولیوں بزرگان دین کے مزارات بالخصوص امام اعظم، غوث الاعظم، حضرت سلمان فارسی، کربلا معلی، نجف اشرف وغیرہ کی زیارت کی اور عالم اسلام کے لئے بالخصوص پاکستان کے لئے خصوصی دعائیں کیں۔

منوڑہ کا روشن مینار

منوڑہ کا روشنی کا مینارہ ساحل مکران کے چند میناروں میں سے ایک ہے جبکہ ساحل انگلستان پر تقریباً ہر بیس میل کے فاصلے پر ایک روشنی کا مینار ہے۔

ساحل سمندر پر روشنی کے میناروں کی تعمیر سے قبل جہاز راں اپنے راستوں کا تعین آتش فشاں پہاڑوں سے نکلتی ہوئی آگ اور دھوئیں سے کرتے تھے۔ تاریخ میں سب سے پہلے روشنی کے مینارہ کا ذکر اس مینارہ کے متعلق ہے جو ۲۸۰ قبل مسیح میں اسکندریہ کے قریب تعمیر کیا گیا۔ بڑے بڑے پتھروں سے بنا ہوا یہ روشنی کا مینارہ چار سو فٹ اونچا تھا اور اس کا شمار عہد قدیم کے ہفت عجائبات میں ہوتا تھا۔ روشنی کے مینارے ساحل سمندر پر بندرگاہ کی نشاندہی کرنے یا جہازوں کو ساحل پر کسی خطرے سے آگاہ رکھنے کے لئے تعمیر کئے جاتے ہیں۔

منوڑہ کا روشنی کا مینارہ اب سے سو سال قبل تعمیر کیا گیا۔ اور اس وقت سے باہر سے آنے والے جہازوں کی رہنمائی کر رہا ہے۔ وہی تیل سے جلنے والا چراغ ہے اور وہی روشنی کو بڑھانے والے آئینے اور وہی مشین جو روشنی کو گردش دیتی ہے۔ یہ مینارہ بھی پتھر سے بنا ہے اور اوپر کے حصے میں لوہے کا ایک گول جنگلہ ہے۔ جہاں سے دور دور تک نظارہ کیا جا سکتا ہے۔ اور اس مینارہ کے اندر اوپر تک پہنچنے کے لئے سیڑھی ہے جو زمین سے لیکر چوٹی تک اس کی بلندی سو فٹ ہے جبکہ سطح سمندر سے اس کی اونچائی ۱۵۲ فٹ ہے۔ سطح زمین پر مینارہ کی گولائی ساڑھے چھ فٹ ہے جو چوٹی پر تقریباً چار فٹ آٹھ انچ رہ جاتی ہے۔

اس مینارہ کا نقشہ بندرگاہ کے انجینئر ڈبلیو ایچ۔ پرائس (W.H.P) نے اس وقت کے برطانوی طرز کے روشنی کے میناروں کی طرز پر تیار کیا۔ انیسویں صدی میں یورپی ممالک اور برطانیہ میں کئی بندرگاہوں پر روشنی کے مینار تیار ہوئے اس کا چراغ اور اس کو گھمانے والی مشین برطانیہ میں برمنگھم شہر کے ایک مشہور صنعتی ادارے میں تیار ہوئی۔ مینارہ کی روشنی صاف موسم میں بیس میل سے نظر آتی ہے۔

(باقی صفحہ ۳۵ پر)

کشمیر کے موجودہ حالات

ہمالیہ سے کشمیر تک مختلف نہیں

نوبل انعام یافتہ دلائی لامہ کا اچھوتا انٹرویو

عزت مآب دلائی لامہ کا زیرِ نظر انٹرویو ہمیں جواہر لال نہرو یونیورسٹی، دہلی (بھارت) کے ریسرچ اسکالر جناب اظہر فاروقی کی جانب سے موصول ہوا ہے جنہوں نے بڑی مہارت سے موجودہ دور کی اس بڑی اور اہم شخصیت کا انٹرویو کیا ہے ناصرف پروفیسر کے فکر انگیز سوالات اور محترم دلائی لامہ کے مدلل حکیمانہ جوابات سے مرصع یہ انٹرویو فکر و تدبر کے گوشوں کا باب وا کرتا ہے اس طویل اور مختصر انٹرویو کی ہم پہلی قسط قارئین احوال کی نذر کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

انٹرویو
اظہر فاروقی

س: نوبل انعام آپ کو دیے جانے کا اعلان اگر ایک طرف امن پسند اور جمہوریت کی طاقتوں کی فتح کا اعلامیہ ہے تو دوسری طرف کچھ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ دلائی لامہ کو یہ انعام دے کر نوبل انعام کمیٹی نے مغربی یورپ کے اس جذبے کو فروغ دیا ہے جو یہ سمجھتے ہوئے حالات میں آخری سانسیں لے رہے تھے کہ مارکسزم کے تابوت میں آخری کیل جلد از جلد ٹھونک دی جائے۔ اب آپ اس سلسلے میں کیا خیال فرماتے ہیں اور اس انعام کے حصول کے بعد آپ کو کیسا محسوس ہو رہا ہے؟

ج: اس انعام کا یہ اعزاز میرے لئے باعثِ مسرت ہے میری دانست میں اس فیصلے نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ آج بھی عدم تشدد اور ایثار کی اہمیت کو سمجھتی ہے، میں نے یہ انعام میری دنیا کے پسماندہ اور استحصال زدہ عوام کے نمائندہ کے طور پر وصول کیا ہے اور میں اس انعام کو بے سہارا اور مظلوم لوگوں کے تئیں، ہمدردی، عالمی امن کے حامیوں اور سرفروشانِ آزادی وطن کی جان کی بازی کے اعلامیے کے طور پر حاصل کرنے کا اعلان بھی کرتا ہوں میرے اس انعام کو ان لاکھوں تبتیوں کی طرف سے بھی تسلیم کیا ہے جو گزشتہ کئی دہائیوں سے اپنے وطن کی آزادی کے لیے تکالیف برداشت کر رہے ہیں میں امید کرتا ہوں کہ یہ انعام تبت کے لوگوں کے لئے صداقت اور استقلال کے ہتھیاروں کے ذریعے آزادی کیلئے کی جانے والی ان کی جدوجہد کے لئے امداد ہے۔

ہو سکتا ہے کہ نوبل انعام کمیٹی نے میرے نام پر غور کرتے ہوئے یہ سوچا ہو کہ دلائی لامہ چونکہ مذہبی ہے لہٰذا کمیونزم مخالف ہوگا، لیکن میں خود کو نصف مارکسٹ، نصف کمیونسٹ سمجھتا ہوں، اور اس نظریے کا دل کی تمام گہرائیوں سے قائل ہوں مگر میں یہاں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ چین کمیونزم اور مارکسزم کی جو تصویر پیش کرتا رہا ہے وہ بے حد مسخ شدہ اور وہاں کے حکمرانوں کی خود ساختہ ہیں گزشتہ سال چینی طلبہ کی تحریک کی کامیابی میری بات کا ثبوت ہے اور مشرقی یورپ میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کو اس سب سے جوڑ کر دیکھے بغیر کوئی نتیجہ نکالنا ممکن نہیں ہے۔

س: چین نے تبت پر قبضہ کر لیا اور عوام کے جمہوری حقوق ضبط کر لیے اور آپ نے اس ظلم

چینی حکمرانوں سے قریبی تعلقات رکھنے والے ممالک کو موردِ الزام ٹھہرانا ہمارا کام نہیں

تبت میں پُرامن علاقہ کی تجویز کے نفاذ کے لئے چین اور ہندوستان کو اپنی اپنی افواج ہمالیہ کی حدود سے ہٹانا پڑیں گی

تبت کے لوگوں نے حقوق کی آواز اٹھائی تو انہیں پابندِ سلاسل کر دیا گیا

مذہب کی روح کو سمجھنے کے لئے ذہنی مشق، مطالعہ اور راسخ العقیدگی کی ضرورت ہوتی ہے۔

تبتی نوجوان نسل مجھ پر نرم مزاج ہونے کا الزام لگاتی رہی ہے

کیخلاف بطور احتجاج اپنے وطن کو خیرباد کہہ دیا اب آپ کے ہم وطنوں کے کیا حالات ہیں؟ کیا اب ان حقوق کی بحالی کی آپکو کچھ امید ہے؟ اس وقت چین کا رویہ کیا ہے؟

ج: تبت کے لوگوں نے اپنے حقوق کی بحالی کے لئے صرف آواز اٹھائی تھی لیکن چین کی نظر میں یہ ایک جرم تھا جس کی وجہ سے تبت کے بہت سے لوگوں کو پابندِ سلاسل کر دیا گیا، ان پر مقدمات چلائے گئے اور ان لوگوں کو قید کی طویل سزائیں دی گئیں، میرے خیال میں اسکا مقصد لوگوں کو صرف خوفزدہ کرنا تھا۔ مقبوضہ تبت میں ہمارے عوام گذشتہ ۴۰ سالوں سے کس طرح تکالیف اٹھا رہے ہیں، اس کے متعدد تحریری ثبوت موجود ہیں ہم صرف انصاف کی خاطر ایک طویل عرصے سے عدم تشدد کے ذریعے برسرِ جنگ ہیں کیوں کہ ہم محسوس کر رہے ہیں کہ تشدد صرف تشدد کو جنم دیتا ہے، اس سے مسائل سلجھتے تو قطعی نہیں البتہ مزید پیچیدگیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں، ہماری جد وجہد نفرت اور ناپسندیدگی کے جذبوں سے پاک ہے۔ کیونکہ ہم خود تشدد کا شکار ہیں، اسلئے ہم کسی دوسرے کو اس کا شکار ہونے دینا بھی نہیں چاہتے، یہی وجہ ہے کہ ہماری جد وجہد عدم تشدد کی علم بردار رہی ہے اور نوبل انعام کمیٹی کا فیصلہ اس کا بہترین ثبوت ہے۔

چینی اور تبتی دونوں ہی خدا کی مخلوق ہیں، تبت پر چین کے قبضے سے پہلے دونوں طبقات میں نسلی اختلافات نہیں تھے حالانکہ مقبوضہ علاقے میں تبتی لوگ چینی بھائیوں سے کہیں زیادہ تھے مگر چین کے قبضے نے حالات کو یکسر تبدیل کر دیا ہے چینیوں اور تبتیوں کے بیچ ایک دیوار ہر اس جگہ پر قائم ہو گئی ہے جہاں دونوں بستے ہیں، خواہ وہ مکاتب ہوں یا دفاتر نتیجتاً دونوں طبقات کا ایک دوسرے پر سے یقین اٹھ گیا ہے، تبتی لوگ اپنے منادر میں رہ کر اور عبادت کر کے اپنی تہذیب کا تحفظ کر رہے ہیں اب تو حالات یہاں تک خراب ہو گئے ہیں کہ بدھ مذہب کے مطالعے پر بھی چینیوں نے پابندیاں عائد کر دی ہیں، نتیجتاً سنجیدہ مطالعے کے امکانات تقریباً ختم ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے ہمیں بدھ طرزِ زندگی اور ثقافت و تہذیب کے خاتمے کا خوف لاحق ہے بدھ مذہب ایک مکمل، بھرپور اور روشن خیال مذہب ہے مگر چینی اقتدار اسے اندھا عقیدہ کہکر پکارتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ چینی لوگ خود مذہب کی روح سے قطعاً بے بہرہ ہیں اور اس کے لئے انہوں نے مارکسزم کی ایسی تشریحات کی ہیں جس سے نہ صرف یہ کہ سیاسی اور اقتصادی نظریہ دنیا میں رسوا اور بدنام ہو کر اپنی افادیت کھو بیٹھا بلکہ چین میں اس کی سب سے زیادہ مسخ شدہ شکل بھی دنیا کے لئے باعث عبرت بن گئی ہے۔ ان کے خیال میں صرف ظاہری عبادت ہی کا نام مذہب ہے اور روحانی بالیدگی سے یہ لوگ بالکل ہی ناواقف ہیں شاید یہی وجہ ہے کہ روحانی عدم واقفیت نے انکی زندگی میں ایک انتہا درجے کے انتشار کو جنم دیا جسے مادیت سے عبارت کیا گیا لیکن ہمارے خیال میں یہ طرزِ فکر انتہائی سطحی ہے، مذہب کی روح کو سمجھنے کے لئے بے حد ذہنی مشق، مطالعے اور

> **چین دنیا بھر میں**
> **مارکسزم کی شکست کے**
> **ماتم اور اندرونی انتشار**
> **سے فکر مند ہے**

راسخ العقیدگی کی ضرورت ہوتی ہے اور مذہبی فلسفے کے گہرے رموز و نکات سے چینی بالکل بے خبر ہیں انہوں نے ایک نظریۂ خاص کو سیاسی مصلحتوں کے پیش نظر مذہب کا متبادل بنا دیا ہے اور اسی مقصد کے حصول کے لئے ان کا واحد مقصد صرف اور صرف مارکسزم کو تمام مذہبوں کے تناسب پر قائم کرنے کی ایسی کوشش اور خواب ہے جو کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکے گا اس وقت تبت میں مذہب کی اشاعت تقریباً ممنوع ہے جہاں تک مجھے معلوم ہے انہوں نے چھ ہزار سے زیادہ مٹھ (خانقاہیں) تباہ کر دیئے ہیں۔ ہمارے اور چینیوں کے بیچ تبت کی ترتیب یا ساخت کو لے کر اختلاف ہے، ہم نے تبت کی جو شکل قائم کی ہے اس میں تبت کے تینوں صوبے شامل ہیں جن کی آبادی تقریباً ساٹھ لاکھ ہے اور جہاں تقریباً چھ ہزار مٹھ ہیں، چین نے تبت کو جو ساخت دی ہے اسمیں وسطِ تبت اور کچھ مغربی حصہ شامل ہے جس کو وہ تبتی خود مختار علاقہ کہتے ہیں اور جس کی آبادی تقریباً بیس لاکھ ہے اور تقریباً پندرہ سو مٹھ ہیں، انہوں نے تبت کی تقسیم چھ حصوں میں کی ہے، ایک خود مختار علاقہ، کچھ خود مختار اضلاع اور خود مختار ریاست۔

س: آمدو اور دوسری کئی جگہوں پر تبت میں جو قید خانے اور اذیتی کیمپ ہیں، آپ کے اندازے کے مطابق ان کیمپوں میں کتنے تبتی لوگ ہیں؟ کیا چینی اقتدار اب بھی محب الوطن تبتی لوگوں کو ان کیمپوں میں بھیجتا ہے؟

ج: یہ چینیوں کا اہم اور سربستہ راز ہے اسلئے قطعی طور پر کچھ کہنا ناممکن ہے، لیکن اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ سیاسی قیدیوں کی ایک بڑی تعداد ان کیمپوں میں ہے، سیاسی ذہنیت رکھنے والے کچھ لوگوں پر جھوٹے الزام لگا کر انہیں قید کرنے کے واقعات سامنے آئے ہیں لوبسانگ وانگچک اسکی ایک مثال ہیں جو ایک بوڑھے تبتی عالم تھے، میں نے چینیوں سے درخواست کی کہ اگر وہ ان کو برداشت نہیں کر سکتے تو انہیں رہا کر کے ملک بدر کر دیں لیکن چینیوں نے ہمیشہ انہیں مجرم بتایا ان کا اور دوسرے نظر بند قیدیوں کا جرم صرف اپنے ملک اور تہذیب سے محبت تھی، یہ بڑے افسوس کی بات ہے اور مذہب و انسانیت کے دلدادہ اسکی جتنی بھی مذمت کریں کم ہے،

س: تبت میں صنعتِ سیاحی (Tourism Industry) معاشی طور پر چین کے لئے بڑی سود مند ہے، اس سے تحصیل شدہ دولت چین کے خزانے میں جاتی ہے اور تبتی اس آمدنی کے فوائد سے محروم ہیں، کیا یہ غیر ملکی سیاح تبت کی تہذیب و ثقافت کیلئے خطرہ نہیں ہیں؟

ج: یہ ایک پیش پا افتادہ امر ہے کہ چین نے یقیناً تبت کے لوگوں کے ساتھ دغا کی ہے اور تبت کے لوگ اس بات سے بہت مغموم بھی ہیں جہاں تک ہماری ثقافت کے لئے خطرے کی بات ہے میری رائے میں مغربی سیاح تو تبت کے حقیقی حالات سے دنیا کو متعارف کرانے کا بہترین ذریعہ ہیں اور اس طرح وہ تبت کی مدد کر رہے ہیں ۱۹۸۶ء کی بدامنی اور ہلچل اسکی ایک مثال ہے، مغربی سیاحوں کی وجہ سے ہی چین اس بات کو راز نہ رکھ سکا اور نہ ہی وہ خاموش رہ سکا، ان سیاحوں کے ذریعے

سیاسی اور معاشی استحصال کو روکنے کیلئے صحتمند جمہوری ادارے بیحد ضروری ہیں

بھیجے جانے والے پیغامات نے چین کو خاموشی توڑ دینے کے لئے مجبور کر دیا۔ لیکن غیر ملکی سیاح صرف انہی مقامات کی سیر و سیاحت کر پاتے ہیں جو سرکاری طور پر تیار کر کے پیش کئے گئے ہیں اور یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ چینی لوگ مصنوعی سیاحت گاہیں قائم کر کے دنیا کے سامنے تبتی مسائل کی غلط تصویر پیش کر رہے ہیں، سیاحت گاہوں پر چینیوں نے تبت کی تہذیب و ثقافت کے نمونے پوری مہارت سے پیش کئے ہیں کیونکہ سیاح تو تبت کے لوگوں اور ان کی تہذیب کو دیکھنے جاتے ہیں چینیوں کو نہیں، یوں غیر ملکی سیاحوں کو تبت کے لوگوں کے حقیقی حالات کا علم ہو ہی نہیں پایا کیونکہ وہ وہاں علاقوں کی سیاحت نہیں کراتے۔

س : یورپ میں اشتراکیت کے اثرات ختم ہوتے جا رہے ہیں کیا ایسا ممکن ہے کہ اس کا اثر چینیوں کے بارے میں انداز فکر پر بھی کسی طرح پڑ سکے اور مشرقی یورپ میں آرہی تبدیلیوں سے چین کچھ عبرت حاصل کرے یا سبق لے سکے؟

ج : اکیسویں صدی کی آمد پر مجھے امید ہے کہ قدیم انسانی اقدار پھر سے بلند ہو رہی ہیں جو انسانیت کو اور زیادہ راحم اور مسرور کریں گی اس نظریئے کو ذہن میں رکھ کر میں نے چینیوں کے سامنے ایک خاص تجویز پیش کی تھی کہ تبت میں انسانی حقوق کی بحالی کے لئے سمجھوتے کی بات چیت کی ابتدا کی جائے۔

س : کیا آپ ہمیں اس تجویز کے بارے میں تفصیلی طور پر کچھ بتانا پسند کریں گے؟

ج : حقیقت میں میری یہ تجویز ایک خاص پانچ نکاتی پروگرام ہے اس میں یہ اعلان بھی شامل تھا کہ سارے تبت کے پٹھار کو عدم تشدد کا علاقہ ہونے کا اعلان کیا جائے جس میں عدم تشدد اور امن کی حکومت برتر ہو اور انسان پرامن زندگی گزار سکے، یہ امن کے لئے ایک دستور العمل ہے جس کے پانچ بنیادی حصے ہیں۔

۱۔ پورے تبت کو امن کا علاقہ بنانا

۲۔ چینیوں کو تبت میں بھیجنے کے اصول کو ختم کرنا جو تبتیوں کے ایک قومی شکل میں وجود کیلئے زبردست خطرہ ہے۔

۳۔ تبت کے لوگوں کے انسانی حقوق اور جمہوری آزادی کا احترام کرنا۔

۴۔ تبت کے قدرتی ماحول کی حفاظت کرنا اور تبت کو نیوکلیائی ہتھیاروں کی تخلیق اور استعمال کرنے کے اصول کو ختم کرنا۔

۵۔ تبت اور چین کے مستقبل کے تعلقات اور حالات پر بات چیت کی ابتداء کرنا۔

میں نے اس تجویز کی تفصیلات پر اسٹرا سبرگ میں یورپین پارلیمنٹ کے اجلاس میں وضاحت و صراحت کے ساتھ تقریر کی تھی، میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ وہاں میں نے جن خیالات کا اظہار کیا وہ معقولیت اور حقیقت پر مشتمل تھے حالانکہ کچھ لوگوں نے ان خیالات کو زیادہ مصالحت پسندانہ بتا کر ان پر نکتہ چینی کی تھی، افسوس کی بات یہ ہے کہ چین کا ان تجاویز کے تئیں ردعمل منفی ہے جبکہ ہم نے ان میں کچھ سہولیات بھی فراہم کی ہیں، تبت ہمیشہ ہی پرامن اور غیر جانبدار قوم کا علاقہ رہا ہے اور ایشیا میں بڑی طاقتوں کو الگ رکھنے کے لیے ایک فاضل ریاست کا کام اس نے انجام دیا ہے، نیپال کو امن کا علاقہ قرار دینے کی چین کی حمایت کے مطابق ایسا ہی ہونا چاہئے نیپال کے علاقے کو پرامن بنانے کی تجویز میں تبت اور گرد و نواح کے علاقے کو شامل کرنا امن کے علاقے کو زیادہ مضبوط اور با اثر بنائے گا تبت میں پرامن علاقے کی تجویز کے با اثر نفاذ کے لیے چین اور ہندوستان دونوں کو اپنی اپنی افواج اور دیگر متعلقات تبت سے (چین کو) اور ہمالیہ کی حدود سے (بھارت کو) ہٹانا پڑیں گے ایسا بھی ممکن ہو سکتا ہے جب چین کی تسلی بخش حفاظت اور پڑوسیوں میں اعتماد پیدا کرنے کیلئے ایک بین الاقوامی معاہدہ کیا جائے یہ عموماً سب کے لئے اور خصوصاً چین و ہندوستان کے حق میں سود مند ہوگا کیونکہ اگر ہمالیہ پر افواج کی موجودگی کا صرفہ کم تر ہو جائے گا۔

چین کے لوگ بڑی تعداد میں تبت میں داخل ہو گئے ہیں جو کہ جنیوا کنونشن ۱۹۴۹ء کی روح کے خلاف ہے اور تبت کے لوگوں کی شناخت کے لئے خطرہ ہے، تبت کے مشرقی علاقے میں تبت کے لوگوں کے مقابلے میں چینی لوگوں کی تعداد زیادہ ہے میر اصوبہ پیدائش آمدو اس کی ایک واضح مثال ہے جہاں تک انسانی حقوق کا تعلق ہے اپنے ہی ملک میں تبتی لوگ دوسرے درجے کے شہری ہو کر رہ گئے ہیں چینی حکومت کچھ بدھ مٹھوں کی دوبارہ تعمیر کرنے اور ان میں عبادت کرنے کی اجازت تو دیتی ہے لیکن اس نے مذہبی تعلیم پر بڑی سخت پابندیاں عائد کر رکھی ہیں صرف باضابطہ اجازت لینے والے لوگ ہی ان مٹھوں کے رکن ہو سکتے ہیں۔

ہماری آرزو ہے کہ اس معاملہ پر جذبہ صادق سے گفتگو ہو جس سے سبھی متعلق جماعتوں کی دلچسپی کے مطابق کسی فیصلہ کن نتیجے پر پہنچا جا سکے، چینی اور تبتی تاریخ، ثقافت، تہذیب و تمدن، زبان اور طرز معاشرت ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں ان اختلافات کا احترام کیا جانا ضروری ہے مجھے یقین ہے اگر دونوں جماعتیں کھلے دماغ اور صحیح طریقے سے بات کریں تو ان مسائل سے عہدہ برآ ہونا ناممکن نہیں۔

چین نے تبت کو نیوکلیائی ہتھیاروں کے بنانے کا اڈہ اور نیوکلیائی فضلہ کی تفیح کی سرزمین بنا رکھا ہے اس سلسلے میں تبت کے قدرتی ماحول کے تئیں چین کے اس رویّے نے نہ صرف موجودہ نسل بلکہ آنے والی نسلوں کے لئے بھی ایک خطرہ عظیم کھڑا کر دیا ہے۔

س : ماضی قریب میں دیئے گئے اپنے ایک بیان میں آپ نے کہا ہے کہ اگر چینی حکومت ایک سال کے عرصے میں تبت کے بارے میں سنجیدہ بات چیت شروع کرنے اور ایک حتمی مصالحت پر آمادہ نہیں ہوتی ہے تو پھر آپ اپنے موجودہ مصالحت آمیز اقدامات کو تبدیل کرنے پر مجبور ہو جائیں گے یہ کیا تبدیلی ہوگی اور اسکے کونسے اثرات مرتب ہونگے؟

ج : ہر سکے کے دو پہلو ہوتے ہیں اور یہی بات ہر اقدام پر بھی لاگو ہوتی ہے ہمیں اب تبت کے سیاق و سباق میں نیا لائحہ عمل مرتب کرنا ہے کیونکہ تبت کے کچھ لوگ میرے عدم تشدد کے اصول کی وجہ سے مجھ سے ناراض ہیں اور اپنے نظریئے کی حمایت میں وہ افغانوں اور فلسطینیوں کی مثال پیش کرتے ہیں جن کو جارحانہ رویئے کے باوجود عالمی حمایت حاصل ہو رہی ہے، حالانکہ تشدد ان کی جدوجہد کا ہتھیار ہے، اگر چینی حکومت اسی جارحانہ رویئے پر

عمل پیرا ہیں تو ظاہر ہے کہ اس کا رد عمل تشدد بھڑکنے یا اسی قسم کے دوسرے مزاحمت کے علامتی اظہار والے رویوں کی شکل میں ہوگا۔ تبت اور اس کے باہر رہنے والی تبتی نوجوان نسل تو بے حد پرجوش اور جارحانہ رویہ اختیار کرنے کو بے قرار ہے اور مجھ پر صد درجہ نرم مزاج ہونے کا الزام لگاتی رہی ہے ان کی اس بے تابی کی وجہ ان کی حب الوطنی اور تاریخ کو سرعت سے حاصل کر لینے کا شوق ہے اب وہ لوگ متفقہ طور پر افغانی اور فلسطینی تحریکوں جیسی کسی تحریک کے حامی اور طرف دار ہیں، لیکن میرے خیال میں یہ لائحہ عمل خطرے سے خالی نہیں ہوگا، میں ہمیشہ ان کو تشدد سے جو ہمارے حالات میں خصوصاً زیادہ نامناسب ہے گریز کرنے کا مشورہ ہی دیتا ہوں، گزشتہ اپریل میں دہلی میں چینی سفارتخانے میں جو بات چیت ہوئی تھی اس میں اس کے بعد مزید کوئی پیش رفت نہیں ہوئی اور چینی حکومت اس تاخیر کے لئے کوئی نہ کوئی جواز پیش کرتی رہی ہے، ہانگ کانگ میں دوسرے دور کی بات چیت میں میری تجاویز کا بھی چینی حکومت کی طرف سے کوئی رد عمل نہیں ہوا۔ جب تک چینی حکومت اس معاملے میں سنجیدہ نہیں ہو جاتی ہم اسکے پاس جانا نہیں چاہتے کیونکہ جب وہ ہمارے معمولی مطالبات کو بھی قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے تو پھر بات چیت کا فائدہ بھی کیا ہے؟ چین تو اپنے یہاں طلبا کی بے چینی، دنیا بھر میں مارکسزم کی شکست فاش اور اندرونی انتشار سے فکرمند ہے، مجھے خوف ہے کہ مستقبل قریب میں چینی لوگ تبتیوں پر مستقل حاکم نہ ہو جائیں اس کے بعد اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوئی امید نہیں رہ جائے گی۔

یہ بھی ممکن ہے کہ آئندہ دس سالوں میں چینی عوام کو اور خصوصاً طلبا اور دانش وروں کو اشتراکیت پر یقین ہی نہ رہے، مشرقی یورپ کی تبدیلیوں نے اس جذبے کو بہت بھڑکا دیا ہے مگر پھر بھی ہمیں تبتی نظریۂ فکر کے مطابق صرف عدم تشدد کے راستے پر چلنا ہے اس کا اور کوئی راستہ نہیں ہے کیونکہ یہاں کے حالات مشرقی یورپ کے حالات سے بالکل مختلف ہیں رومانیہ کے انقلاب کا وجود میں آجانا روس کی خاموش حمایت کے بغیر کسی طور ممکن ہی نہیں ہو سکتا تھا، تبت کی جدوجہد ایک عظیم ملک کے خلاف ہے اور کوئی بھی دوسرا عظیم ملک ہمارا حامی نہیں ہے، کچھ تبتی نوجوان میرے اس عدم تشدد کے نظریئے کے خلاف باغی ہو چکے

> **بے نظیر نے پاکستان میں جمہوریت کی بحالی کے لئے فوجی استبداد کے خلاف جدوجہد کی ہے۔**

کی حمایت میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اتنے سالوں کی عدم تشدد تحریک کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا ہے اور چینی لوگ روز بروز زیادہ سے زیادہ جارحانہ رویہ اختیار کرتے جا رہے ہیں ان کے بیان کے مطابق چینی حکومت صرف طاقت کے استعمال کی زبان کو سمجھتی ہے، لیکن یہ بھی سچ ہے کہ میرے امن پسند طریقے کی مخالفت اور تنقید کے باوجود تبتی لوگوں کا مجھ پر کامل یقین ہے، جب میں انہیں اپنا نظریہ سمجھاتا ہوں تو وہ اسے سمجھتے بھی ہیں، امن کے لیے نوبل انعام کے حصول کے بعد وہ سنجیدہ ہو رہے ہیں اور امید ہے کہ مستقبل میں اس کے مثبت اثرات پر امن عالمی ماحول کے قیام کے لیے مرتب ہو سکیں گے۔

س : آپ نے غیر جانبدار عالمی ممالک کو تبت کا معاملہ سمجھانے میں کہاں تک کامیابی حاصل کی ہے؟ کیا آپ کو قابل تسکین اور حوصلہ افزا جواب ملا ہے؟

ج : جنوبی افریقہ اور وسط ایشیاء کے مظلوم ملکوں کے مقابلے میں عالمی سطح پر ہمارا معاملہ ابھی غفلت میں ہے سن ۱۹۸۹ء کے تبت کے حوادث کے بعد تھوڑی سی عالمی ہمدردی اور توجہ نے ہم کو حیرت زدہ کر دیا ہے، لیکن اس بات کو سمجھنا زیادہ مشکل نہیں کہ تبت کے تئیں ہمدردی کے ہوتے ہوئے بھی کسی نے تبت کے لئے کچھ نہیں کیا ہے حالانکہ تبت پر چین کے حملے کو چالیس سال کا طویل عرصہ گزر چکا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ تبت پر چین کا قبضہ ہے اور اب یہ معاملہ بہت پرانا ہو گیا ہے، اس دوران چین عالمی سطح پر ایک بڑی طاقت بن چکا ہے یوں یہ بات واضح ہے کہ ساری دنیا نے تبت کے معاملے کو کیوں نظر انداز کیا بدقسمتی سے نصابی اخلاقیات اور صالح مذہبی اقدار اور اصولوں کے لیے تجارت اور سیاست میں کوئی جگہ نہیں ہے اور اسی وجہ سے

دنیا انتشار اور پریشانیوں میں مبتلا ہے چین سے قریبی تعلقات رکھنے والے ممالک کو مورد الزام ٹھہرانا ہمارا کام نہیں ہے لوگ تبت کی تاریخ تہذیب اور موجودہ حالات سے خوب واقف ہیں اور اس قسم کے لوگوں کی تعداد بڑھ بھی رہی ہے لیکن خاص بات تو ہمارے لوگوں کی قوت ارادی اور عزم مصمم کی ہے وہ تبتی نوجوان بھی جو ہمارے مذہبی عقیدوں کو پوری طرح سے نہیں مانتے ہیں اپنے ملک کے لیے شدید جذبات رکھتے ہیں میں یہ کہنے کا حوصلہ کر سکتا ہوں کہ ان تبتی لوگوں کے جذبات میں بھی چینیوں کے ساتھ کام کرتے ہیں اپنے ملک کے تئیں شدت ہے۔

س : کیا آپ یہ سوچتے ہیں کہ کیونکہ مغربی ممالک پہلے ہی چین سے تعلقات رکھتے ہیں اس لئے وہ چین کی مخالفت نہیں کریں گے؟

ج : مجھے یقین ہے کہ لوگ جتنا زیادہ تبت کے حقیقی حالات سے باخبر ہوں گے اتنا ہی ان کی ہمدردیاں اور آراء تبت کے حق میں ہونگی، یہ سب چاہے ہمارے مددگار نہ بھی ہوں لیکن چین کی نامعقولیت یقیناً چین کے خلاف ہماری حمایت میں عالمی رائے عامہ ہموار کر رہی ہے۔ چینی ہماری تاریخ ثقافت و تمدن اور ذہنیت سے ناواقف محض تھے اور یہ سوچتے تھے کہ ہم لوگ غیر مہذب، بے رحم اور پسماندہ قوم ہیں، اسی لئے وہ تبت میں آزادی دینے والوں کی حیثیت سے آئے تھے، میں نہیں سمجھتا کہ وہ کسی برائی کے خیال سے تبت آئے تھے بلکہ ہمارے تمدن سے لاعلمی نے ان سے ایسا کرایا۔ چینی ذہنیت کو متاثر کرنے کے لئے ہماری ثقافتی اقدار کے تئیں عالمی رائے ہموار کرانا ضروری ہے، یہ حقیقت ہے کہ وہ اسے قبول تو نہیں کریں گے لیکن یہ بھی طے ہے کہ ہماری تمدنی اقدار چینیوں کے دلوں میں کچھ نہ کچھ جگہ ضرور بنا چکی ہیں، حقیقت ہمیشہ حقیقت رہتی ہے اور فریب تو اول تا آخر فریب ہی ہے اسکی حقیقت ہی کیا؟

س : مغربی ممالک اور تبت کے لوگوں کا چین کے خلاف جدوجہد کرنے کا کون سا طریق کار آپ کے خیال میں صحیح و درست ہو سکتا ہے؟

ج : اس سے متعلق کوئی دو ٹوک فیصلہ دینا مشکل ہے اور نامناسب ہے، لیکن معاملہ بڑی ہی کڑی طرف جا رہا ہے، دنیا کے موجودہ حالات پر ایک نظر ڈال لینے کے بعد ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب

پالیسی حقوق اور غیر جانبدارانہ ہوتی جا رہی ہیں، یہ ایک حوصلہ افزا علامت ہے۔

س : آپ کے خیال میں عالمی حوالوں کے دور جدید میں تبت کے لوگوں کی کس طرح مدد کر سکتے ہیں؟

ج : دنیا کے عوام کو تبت کے مسئلے اور چینی شقاوت سے واقف اور باخبر کرنے کی ضرورت اور اہمیت ہے۔ ایسا کرنا تبت کے حق میں یقیناً بہتر ہوگا اور اس سے مثبت نتائج برآمد ہوں گے، ہو سکتا ہے کچھ وقت تک تو چین اپنے خلاف مرتب ہونے والے عالمی اثر نہ لینے کا تاثر دے لیکن بالآخر اسے اس کا احترام کرنا ہی پڑے گا۔ یہی وہ واحد راستہ ہے جس کے ذریعے دنیا تبت کی مدد کر سکتی ہے اور چین کے لیے بھی ایک قسم کی ہمدردی ہوگی۔

س : کیا آپ کے خیال میں تبت اور افغانستان کے حالات یکساں ہیں؟

ج : بلاشبہ افغانستان اور فلسطین کے حالات تو یکساں ہیں لیکن ہمارے حالات ان سے بالکل مختلف ہیں، ہمارا قریب ترین ملک ہی تو عظیم اور طمع پرست ہے جبکہ ہم لوگ صرف ساٹھ لاکھ ہیں لیکن افغانوں اور فلسطینیوں کے برخلاف ہم لوگوں میں یکجہتی ہے اور کوئی اندرونی اختلاف بھی ہم لوگوں کے درمیان نہیں ہے اسلئے اپنے قدیم ملک پر چین کے قبضے کے خلاف ہم سب ایک ہیں، تائیوان کی طرف سے ایک بار بڑی عجیب و غریب اور مضحکہ خیز بات کہی گئی تھی کہ ہم چین سے مکمل آزادی کا مطالبہ ترک کر دیں ہم اس واحد ملک کے رویے پر آج تک حیرت زدہ ہیں۔

س : اگر آپ کو عظیم آزادی فلسطین کی طرح اقوام متحدہ کی رکنیت مل جائے تو کیا آپ کے حالات اصلاح پذیر ہو سکتے ہیں؟

ج : اگر حقوق سے آپ کی مراد رکنیت سے ہے تو موجودہ حالات میں یہ رکنیت حاصل کرنا بے حد مشکل ہے مجھے یقین ہے کہ بالآخر چین کی ذہنیت خود تبدیل ہوگی، دنیا صرف اسی طریقے سے چین کی مدد کر سکتی ہے اور اسی میں چین کی بھی بھلائی مضمر ہے۔

س : تبت کے تئیں مغربی دنیا کا اب تک کے رویوں پر آپ کا ردعمل کیا ہے؟

ج : مغربی دنیا کے کچھ سیاستدان، بڑے

ہندوستان کا فرض ہے کہ وہ
بڑھتی ہوئی بدامنی کے سدباب کے لئے اقدامات اٹھائے

بڑے اخبارات اور کچھ عظیم شخصیتوں نے تبتیوں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا ہے اکتوبر ۱۹۸۷ء کی مخالفت کے بعد سے۔ ایسی ہمدردی نے ہم لوگوں کو بہت زندہ کر دیا ہے۔

س : امریکہ جیسی عظیم طاقت اگر چین کی مدد بند کر دے تو اس سے کیا آپ کو اپنے مسئلہ کو حل کرنے کے سلسلے میں کوئی فیصلہ کن مدد مل سکتی ہے؟

ج : بلاشبہ امریکہ کے باشندوں کے دلوں میں انسان دوستی، جمہوری اقدار اور انکے لئے بہت جگہ ہے میرے لئے تو یہ بات بے حد اہم ہے کہ ہر ملک کو اور چین کو بھی انسانی اقدار کا احترام کرنا چاہیے کیونکہ کسی بھی ملک کی مناسب ترقی کے لئے یہ بے حد ضروری ہے اور خصوصاً اشتراکیت اسکی بڑی حامی ہے۔ اس لئے ایک اشتراکی ہونے کے ناطے چین کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے شہریوں کو آزادی دے، نہ کہ ان کو طاقت کے بل پر زیر کرے، بصورت دیگر چین کی ترقی ناممکن ہے اور اس سے چین کی اشتراکیت پر بھی مختلف سوالیہ نشان لگیں گے۔ اگر چین ایسا کر پائے تو دوسرے ممالک چین کے شہریوں کی اخلاقی حمایت کر سکتے ہیں۔

ہندوستان، کشمیر، پاکستان اور تبت:۔

س : کیا تبت کے مسئلے پر آپ پاکستان کے رول سے مطمئن ہیں، کیونکہ چین اور تبت کے اہم ہمسائے اور امریکہ کے دوست کی حیثیت سے پاکستان کا رول آپ کے لئے اہم ہو سکتا ہے؟

ج : یہ بہت مشکل اور الجھا ہوا سوال ہے اور اس کا کوئی دو ٹوک جواب دے پانا میرے لئے بہت مشکل ہے، آپ کی بات درست ہے کہ ہندوستان اور چین کے قریب ترین ہمسائے کی حیثیت سے پاکستان کا رول ایشیا میں اہم ہو سکتا ہے میرے خیال میں افغانوں کے مسئلے کو بھی اسی پس منظر میں دیکھا جانا چاہیے لیکن حالات وقت کے ساتھ بدلتے رہے ہیں اور چین اور پاکستان کی دوستی کی بنیاد بھی دنیا میں بدلتے ہوئے سیاسی حالات و نظریات اور ان ممالک کے اندرونی حالات کے تابع رہی ہے۔ تبت سے متعلق پاکستان کے رول کو ہند و پاک کے تعلقات، ہند چین کے تعلقات یا پاک و چین کے تعلقات کے تناظر سے الگ کر کے دیکھا جانا بھی ممکن نہیں اور دنیا کی بڑی طاقتوں سے ہندوستان، پاکستان اور چین کا تعلق جو اس سلسلے میں اہمیت کے حامل ہیں، اس لئے اس بارے میں یک دم کوئی فیصلہ کن اور دو ٹوک بات کہنا ممکن نہیں اور مجھے نہیں لگتا کہ مستقبل میں بھی یہ پس منظر کچھ زیادہ بدلے گا۔

س : اس وقت کشمیر میں جو کچھ ہو رہا ہے کیا اسے بھی آپ اسی تناظر میں دیکھتے ہیں کہ کشمیر کا موجودہ انتشار بڑی طاقتوں کے سیاسی مفادات کے حصول کا ذریعہ اور نتیجہ ہے۔

ج : جی ہاں! ایشیا کے تمام معاملات کا تعلق دنیا کی بڑی طاقتوں کے ذاتی مفادات سے ان کے علاقائی پس منظر کی بہ نسبت کہیں زیادہ ہوتا ہے کشمیر میں آج جو کچھ ہو رہا ہے اس کے سبب حالات بہت پیچیدہ خطرناک اور ماضی کے حالات سے یکسر مختلف ہیں پاکستان میں ایک طویل عرصے کے بعد جمہوریت بحال ہوئی ہے اور جمہوری اداروں کی بحالی کا کام شروع ہو گیا ہے اور ان اداروں کی بحالی کا یہ عمل ان لوگوں اور اداروں کے لئے باعث سکون ہے جو استحصال کے خلاف کسی نہ کسی سطح پر جدوجہد میں مبتلا ہیں اور میں خود کو بھی انہی لوگوں میں شمار کرتا ہوں کیونکہ اب دلائی لامہ انسٹی ٹیوشن مذہبی ہوتے ہوئے بھی استحصال کے خلاف ایک طویل اور صبر آزما مگر سیاسی جنگ لڑ رہا ہے۔

سیاسی، معاشی اور ہر قسم کے استحصال کو روکنے کے لئے صحت مند جمہوریت اور جمہوری اقدار بے حد ضروری ہیں حال میں کشمیر میں جو کچھ ہو رہا ہے اس میں بری طرح خون بہہ رہا ہے اور لوگ مارے جا رہے ہیں جسے کسی بھی حالت میں اچھا نہیں کہا جا سکتا ضرورت اس بات کی ہے کہ حالات کو اور زیادہ بگڑنے سے پہلے سدھارا جائے اور مسائل کو ان کے حقیقی پس منظر

(باقی صفحہ ۵۰ پر)

شرع شریف میں کوئی عورت سربراہ مملکت نہیں ہو سکتی

باقی رہا مرد تو ہر مرد بھی سربراہ مملکت نہیں بن سکتا

عورت کی حکمرانی



مولانا نورانی بارہا اعلان کر چکے ہیں کہ عورت کی سربراہی خلاف شرع ہے لیکن اسی اعلان سے یہ لوگ اس لئے مطمئن نہیں ہوتے کہ ان کا مقصد احقاق حق نہیں صرف کیچڑ اچھالنا ہے!

آجکل علماء و مشائخ کے درمیان عورت کی حکمرانی پر بڑی بحث اور لے دے ہو رہی ہے۔ اس فقیر عطا محمد چشتی گولڑوی نے اس بحث پر منصفانہ اور خالی الذہن ہو کر غور کیا ہے تو بندہ کو معلوم ہوا کہ اس مسئلہ پر جو بحث اخبارات میں ہو رہی ہے یہ یا تو ذاتی عناد پر مبنی ہے اور یا اس مسئلہ سے ناواقفی پر مثلاً مولوی منظور احمد چنیوٹی کا ایک بیان بندہ نے اخبار میں پڑھا ہے کہ

"اگر غلام مصطفےٰ کھر کو وزیراعظم بنا دیا جائے تو ہم کو کوئی اعتراض نہیں۔"

اور اسی طرح جناب جتوئی کا بیان اخبار میں شائع ہوا ہے کہ

"ہم بھٹو خاندان کو مجبور کریں گے کہ وہ اپنے خاندان کے کسی مرد کو وزیراعظم مقرر کرے!"

ان ہر دو بیانوں سے پتہ چلتا ہے کہ ان ہر دو صاحبان کا علم شرعی صرف اتنا ہے کہ صرف کوئی عورت سربراہ مملکت نہیں ہو سکتی اور ہر مرد سربراہ مملکت ہو سکتا ہے۔ یہ امر شرع شریف سے جہالت پر مبنی ہے جیسا کہ کوئی عورت سربراہ مملکت نہیں ہو سکتی ہر مرد بھی سربراہ مملکت نہیں ہو سکتا، بلکہ مرد کے لیے بھی شرع شریف نے شرائط ذکر فرمائی ہیں تو وہ مرد سربراہ مملکت ہو گا جو ان شرائط کا حامل ہو، اور اگر وہ صرف مرد ہے اور کوئی شرط اس میں مفقود ہے تو وہ مرد سربراہ مملکت نہیں ہو سکتا اور اگر وہ کسی ذریعے سے برسر اقتدار آ گیا تو یہ شرع شریف

مولانا عطا محمد بندیالوی

میں باغی کہلائے گا۔ بعض اکابرین نے صدر ایوب، ذوالفقار علی بھٹو اور ضیاء الحق کے دور حکومت میں یہ فرمایا تھا کہ ان سربراہان حکومت کے ساتھ ہمارا اختلاف صرف اس وجہ سے ہے کہ ان حکمرانوں نے باوجود قدرت کے نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پاکستان میں نافذ نہیں کیا اگر یہ نظام اسلامی نافذ کر دیتے تو ہم ان کو سربراہ تسلیم کر لیتے اور ہمارا ان سے کوئی اختلاف نہ ہوتا، اکابرین کے اس قول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر حکمران مرد نظام مصطفےٰ صلے اللہ علیٰ صاحبہ السلام کو نافذ کر سکتا ہے۔ حالانکہ یہ قول شرع شریف کے بالکل خلاف ہے اگر مذکورہ بالا حکمران پاکستان میں نظام شرعی نافذ کر دیتے تو یہ اس طرح ہوتا جیسا امریکہ، فرانس اور ماسکو کے حکمران اپنے اپنے ملکوں میں نظام شرعی نافذ کر دیں۔ تو یہ حکمران ان کے ملکوں میں بسنے والے مسلمانوں کے شرعی امام ہرگز نہ ہوں گے۔ اسی طرح پاکستان کے مذکورہ بالا حکام اگر پاکستان میں نظام شرعی نافذ کر دیتے تو یہ لوگ پاکستانی مسلمانوں کے شرعی امام ہرگز نہ ہوتے۔

اب یہاں ایک اشکال ہوتا ہے جس کا جواب ضروری ہے۔ اشکال یہ ہے کہ بندہ نے مذکورہ بالا پاکستانی حکام کو امریکہ وغیرہ کے حکام سے تشبیہ دی ہے تو

یہاں مرحوم چونکہ بحث یہ نہ تھی کہ وہ مسلمان نہیں
سمجھتے تو جواب دیتے کہ خدا شناسی کا ضروری کا یہ
مطلب نہیں ہے جو سمجھا گیا ہے بلکہ مذکورہ بالا
پاکستانی حکام کے مسلمان ہیں تشیع کا مقصد
یہ ہے کہ پرویز شرعی امام نہیں ہو سکتا شرعی امام
کے لئے مقصد شرائط ہیں۔ بعض شرائط امام کی
حکام میں مفقود ہیں اور بعض شرائط پاکستانی
حکام میں پائی جاتی ہیں۔ جب شرعی امام کے شرائط
ذکر کرے گا تو اس اشکال کے جواب کی طرف اشارہ
کرے گا۔

اخبار نویسی کے وقت جو کہ نہایت سنجیدہ اخبار
ہے اس سے بھی اسی قسم کی ایک غلطی ہو گئی ہے
ملاحظہ ہو اخبار مذکورہ نے اپنی ایک اشاعت میں
صدر ضیاء الحق مرحوم پر تنقید کی تھی کہ
"اس نے گیارہ سال بلا شرکت غیرے پاکستان
پر حکومت کی ہے وہ نظام اسلامی نافذ کر سکتا
تھا اگر وہ نافذ کر دیتا تو قیام پاکستان کا مقصد
پورا ہو جاتا لہذا صدر مرحوم کا اقتدار بیجا تھا"
لوازم وقت سے یہاں کہنا یہ ہوتا ہے کہ
صدر مرحوم اسلامی نظام نافذ کر دیتے تو قیام پاکستان
کا مقصد پورا ہو جاتا۔ جبکہ شرعی طور پر
صدر مرحوم کو اسلامی نظام نافذ کرنے کا اختیار
ہی نہیں تھا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی
نظام نافذ کرنے کا اختیار صرف اور صرف شرعی
امام کو ہے اور صدر ضیاء الحق شرعی امام نہ تھے
اس کو ہم آگے چل کر دلائل سے ثابت کریں گے اور
قیام پاکستان کا مقصد اس نظام اسلامی کا نفاذ ہے
جس کو شرعی امام نافذ کرے تو اگر صدر مرحوم
اسلامی نظام نافذ کر دیتے تو مقصد پاکستان پورا
نہ ہوتا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ کوئی حکومت شرعی
امام کے بغیر اسلامی حکومت نہیں ہو سکتی اگرچہ وہ
مسلمانوں کی حکومت ہو باقی رہا مرحوم بھٹو بھی شرعی
امام نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ شرعی امام ہو سکتا
ہے جس میں شرائط ہوں جو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے
اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کیں اور
جن کو علماء نے بیان کیا ہے۔ بعض لوگ حکومت کے
معاملے میں جنگ جمل سے دلیل لاتے ہیں کہ حضرت
ام المومنین رضی اللہ عنہا اس کی سربراہ تھیں تو
یہ دلیل غلط ہے کیونکہ یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے کہ عورت
سربراہ مملکت نہیں ہو سکتی، وہ مطلقاً سربراہ نہیں



بعض اکابرین نے مرحوم بھٹو اور ضیاء کے دور
حکومت میں کہا تھا کہ ان سے اختلاف
اس وجہ سے ہے کہ ان حکمرانوں نے باوجود
قدرت کے نظام مصطفیٰ نافذ نہیں کیا

ہو سکتی اور جنگ جمل کے موقع پر سربراہ مملکت یا تو
مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم تھے اور یا حضرت سیدنا
امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت ام المومنین
رضی اللہ تعالیٰ عنہا سربراہ مملکت اور شرعی امام نہ
تھیں زیادہ سے زیادہ سربراہ لشکر ہو سکتی تھیں اور یہ
عہدہ مرد کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ عورت بھی اس
عہدہ پر فائز ہو سکتی ہے جیسا کہ کتب مذہب
میں مذکور ہے کہ عورت جیش کی سربراہ ہو سکتی ہے ہم
نے یہاں تک جو ذکر کیا ہے بعض جمہوریت پسندوں کو ان
پر اعتراض ہو گا لیکن ہم ان تمام امور پر ایسے دلائل
ذکر کریں گے کہ کسی مسلمان کو اس میں کوئی شک نہ
ہوگا اور ہم ... اس مضمون کا مخاطب صرف مسلمان
ہے جس کو اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اس کے محبوب
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایمان ہے اس مضمون
کا مخاطب مطلق جمہوریت پسند نہیں ہے جس کے نزدیک
عقل خدا اور رسول سے بھی مقدم ہے یہاں تک ...
... دلائل اور ...
بعد میں ... کا صدق ذکر کرتا ہے۔

مقصد اول: شرح مقاصد علامہ تفتازانی کی مشہور اور
معتبر کتاب ہے جو کہ درس نظامی کا حصہ ہے اور
اس کا مصنف علامہ تفتازانی ہے جو کہ حنفی اور صاحب
ہدایہ کا شاگرد ہے اور علامہ زمخشری کا ہمعصر اور
شارح علامہ تفتازانی ہے جو کسی تعارف کا محتاج نہیں۔
یہاں پر علامہ صاحب شرعی امام کے مسئلہ پر متن اور شرح
ہر دو کی عبارت نقل کرتے ہیں۔ متن کی عبارت یہ ہے۔
(وهو الاجماع على ان نصب الامام واجب) ...
یہ ہے کہ مسلمانوں کے مکاتب فکر کا اس امر پر اجماع
اور اتفاق ہے کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنا
امام منتخب کریں اب اس عبارت سے یہ معلوم نہیں
ہوتا کہ تمام مکاتب فکر اسلامیہ کا نصب امام پر اجماع
ہے یا بعض مکاتب فکر کا۔ صاحب شرح نے اس ابہام
کی وضاحت اس طرح کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ
امام کے انتخاب کے وجوب پر جو اجماع ہے تو اس اجماع
سے نہ تو فقط اہل سنت کا اجماع مراد ہے اور نہ تمام
مکاتب فکر اسلامیہ کا اجماع بلکہ اس اجماع سے اہل سنت
اور شیعہ اور معتزلہ کا اجماع مراد ہے۔ خلاصہ یہ کہ
اہل سنت، شیعہ اور معتزلہ یہ تینوں اس پر متفق ہیں
کہ امام کا مقرر کرنا واجب ہے اور جتنے اسلامی فرقے
ہیں ان سے صرف خوارج اس وجوب کے منکر ہیں اب
اہل سنت، شیعہ اور معتزلہ کے درمیان مابہ الاشتراک
تو یہ ہوا کہ تینوں گروہ اس پر متفق ہیں کہ امام کا مقرر
کرنا واجب ہے اس کے بعد ماتن نے تینوں کے درمیان
مابہ الامتیاز یہ الفاظ ذکر کیا: انما الخلاف
فی انه یجب علی اللہ او علی الخلق بدلیل سمعی
او بدلیل عقلی۔ خلاصہ عبارت یہ ہے کہ تینوں
گروہ اس امر پر تو متفق ہیں کہ امام کا تقرر واجب ہے
لیکن ان کے درمیان اختلاف اس میں ہے کہ امام کا
تقرر اللہ تعالیٰ پر واجب ہے یا مخلوق پر واجب ہے
شیعہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ پر واجب
ہے اور اہل سنت اور معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ مخلوق
پر واجب ہے اب ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ اہل
سنت کے نزدیک دلیل نقلی یعنی کتاب و سنت اور
اجماع سے ثابت ہے اور معتزلہ کے نزدیک یہ
وجوب عقل سے ثابت ہے کیونکہ معتزلہ عقل کو بھی
حاکم مانتے ہیں بخلاف اہل سنت کے کہ وہ حاکم
صرف اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اس کے محبوب صلی اللہ
علیہ وسلم کو مانتے ہیں نہ عقل کو۔ کسی نے اسی طرف
اشارہ کرتے ہوئے کہا

شعر: عقل قربان کن بہ پیش مصطفیٰ

اس کے بعد علامہ تفتازانی نے اہل سنت کے مذہب پر تین
دلائل نقل کئے ہیں۔

دلیل اول:۔ خلاصہ عبارت یہ ہے کہ جو بھی آدمی اس حالت میں مرا کہ وہ اپنے زمانہ کے امام کو نہیں پہچانتا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

علامہ نبراس نے اپنے زمانہ کا امام نہ پہچاننے کی دو صورتیں ذکر کی ہیں ملاحظہ ہو۔ یعنی امام زمانہ نہ پہچاننے کی دو صورتیں ہیں۔ اوّل:۔ یہ کہ اس کے زمانہ میں امام تو ہے لیکن وہ اسے جانتا نہیں ہے۔ دوم:۔ یہ کہ اس کے زمانہ میں امام بالکل ہے ہی نہیں۔ نبراس اور اس کے حاشیہ میں جاہلیت کی موت کی یہ تفسیر کی گئی ہے (والجاھلیۃ ھی الحالۃ التی کان الناس علیھا قبل الاسلام علی ضلال) یعنی جاہلیت سے مراد وہ گمراہی ہے کہ اسلام سے قبل لوگ اس پر تھے۔ نبراس میں ہے (وفیہ تشدید عظیم) یعنی اس حدیث شریف میں بڑا سخت حکم ہے کہ ایک مسلمان نے شرع شریف کے تمام احکام کی پوری پابندی کی ہے لیکن امام کے انتخاب میں کوتاہی کی اور امام منتخب نہ کیا تو اس کی موت گمراہی ہے۔ اب اس وعید میں مسلمانوں کے تمام طبقات داخل ہیں۔ عوام مسلمان اور علماء اور مشائخ جو بھی اپنے زمانہ کے امام کو نہیں پہچانتا اس کی موت گمراہی کی موت ہے۔ اب اس میں تشدید اور سختی واضح ہے۔

دلیل دوم:۔ خلاصہ دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کرام کے نزدیک سب سے بڑا مقصد امام کا تقرر تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے امام کے تقرر کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دفن پر مقدم کیا اور اسی طرح خلفاء راشدین اور ان کے بعد جو ائمہ گذرے ہیں ہر ایک کے دفن سے قبل مسلمانوں نے تقرر امام کیا۔ اب ساری امت کا اس پر اجماع ہو گیا کہ امام کا تقرر بڑے مقاصد سے ہے۔ اب قارئین غور کریں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے تقرر امام کو دفن پر اس لیے مقدم کیا کہ وہ تھوڑی دیر کے لیے بھی بغیر امام کے ہونا گناہ سمجھتے تھے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر صحابہ کرام امام کے متعلق جلدی نہ کرتے تو اس دوران جو مسلمان فوت ہو جاتا اس کی موت جاہلیت اور گمراہی کی موت ہوتی اور واجب ترک کر کے مرتا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے امام کے متعلق عجلت سے کام کیا۔ بعض اہل بدعت یہاں صحابہ کرام پر اعتراض کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ایک بڑا المیہ تھا لیکن صحابہ نے اس کی پرواہ نہ کی اور خلافت اور سلطنت میں مشغول ہو گئے تو اس کے دو جواب ہیں۔

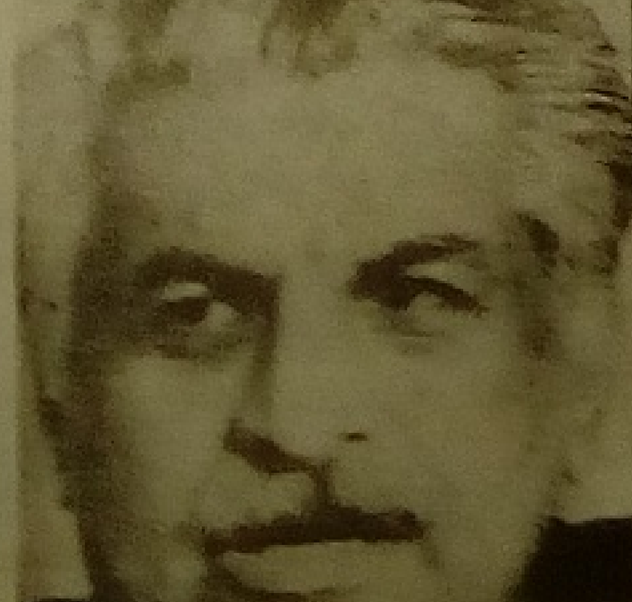
جواب اوّل:۔ اس دور کی خلافت اور حکومت پھولوں کی سیج نہیں تھی بلکہ کانٹوں کا بچھونا تھا۔ صحابہ کرام نے جو تقرر امام میں جلدی کی تو اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ ان کو حکومت اور سلطنت کے ساتھ کوئی دلچسپی تھی بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ اس دوران مرنے والوں کی موت اسلامی موت ہو اور وہ جاہلیت کی موت سے محفوظ رہیں۔

جواب دوم:۔ جب کسی مسلمان کی وفات واقع ہو تو جنازہ پڑھانے کا حق بسا اوقات امام کو ہوتا ہے اور امام کے بعد کوئی دوسرا جنازہ پڑھانے کا مستحق نہیں ہوتا تو صحابہ کرام نے امامت اور خلافت میں جلدی اس لیے کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا آخری جنازہ امام اور خلیفہ پڑھائے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بہت جنازے پڑھے گئے لیکن آخری جنازہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھا اور اس کے بعد کوئی جنازہ نہیں پڑھا گیا۔

اب بندہ ایک نہایت تفصیل چیز یہاں ذکر کرتا ہے۔ اگرچہ بندہ کو علم ہے کہ بعض احباب کو اس پر شرح یا اعتراض ہوگا لیکن بندہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ جل شانہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم ہر ایک پر مقدم ہے وہ تفصیل چیز یہ ہے کہ اس وقت پاکستان کے مسلمان اور ان کے آباؤ اجداد مشائخ اکابرین تقریباً پانچ صد سال ماضی میں بغیر امام گذرے ہیں اور تقریباً ان کی موت جاہلیت کی موت ہے لیکن موجودہ دور کے مسلمانوں نے ابھی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی کہ ہم اس سے کنارہ کریں جو کہ ہمارے آباؤ اجداد سے ہوتی چلا آرہا ہے۔ بندہ نے تفصیل ازیں جو اسلاف اور اکابرین کے متعلق کہا ہے کہ تقریباً ان کی جاہلیت کی موت ہے تو اس کا جواب بندہ آئندہ ذکر کرے گا کہ اسلاف اور اکابرین تقرر امام میں معذور تھے لیکن یہ جواب موجودہ دور کے عوام مسلمان اور علماء اور مشائخ کی طرف سے نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ لوگ تقرر امام میں کاہل ثابت ہیں اور یہ چیز بندہ آئندہ دلیل سے ذکر کرے گا انشاء اللہ تعالیٰ اب یہاں تک تقرر امام کے وجوب پر دو دلیل ذکر کی گئی ہیں۔ اوّل حدیث شریف اور دوم اجماع صحابہ کرام اور ان کے بعد اجماع دور سے مسلمانوں کا۔

دلیل سوم:۔ خلاصہ دلیل سوم یہ ہے کہ بعض چیزیں شرعی ہیں کہ وہ سب امام پر موقوف ہیں مثلاً جہاد اور حدود کا اجراء اسلامی سلطنت عید اور جمعہ کی یہ سب واجب ہیں اور تقرر امام پر موقوف ہیں اور تقرر امام موقوف علیہ ہے اور اصول فقہ کا یہ مسئلہ ہے کہ واجب جس پر موقوف ہو وہ موقوف علیہ بھی واجب ہوتا ہے تو تقرر امام واجب ٹھہرا جس سے تمام مسلمان عوام و خواص پانچ صد سال سے محروم چلے آرہے ہیں۔ یہاں تک بندہ نے اہلسنت کے مذہب کے مطابق تین دلائل سے ثابت کیا ہے کہ اسلام میں تقرر امام واجب ہے اور اس کے بغیر مسلمانوں کی موت جاہلیت اور گمراہی کی موت ہے اور یہ تقرر امام اہل السنت کے ہاں مشکل ترین ہے لیکن ہمارے عوام اور مشائخ اور علماء تقاضا کے

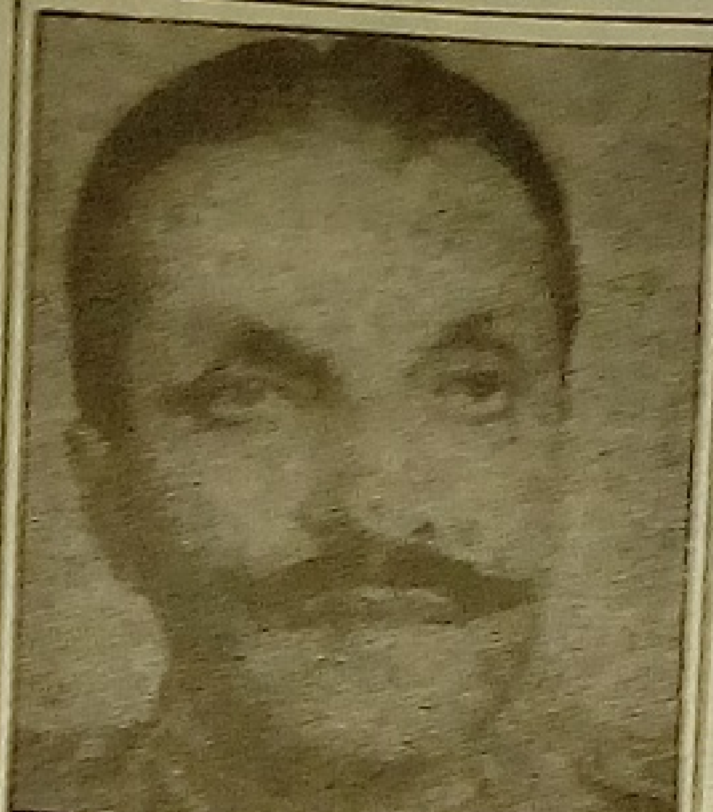
ہم بھٹو خاندان کو مجبور کریں گے کہ وہ اپنے خاندان کے کسی فرد کو وزیراعظم مقرر کرے" (جتوئی)



دوسرے یہ کہ بعض لوگوں کو اس لیے برداشت نہیں کرتے کہ ان کے ساتھ ان کی ذاتی رنجش ہے اور اس رنجش کی تسکین کے لیے باغیوں کا ساتھ دے رہے ہیں اور نظام مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ میں چھرا گھونپ رہے ہیں۔ حیرت ہے کہ اسی کے باوجود نفاذ نظام مصطفےٰ اور تحفظ ناموس مصطفےٰ کا نعرہ ہے جو کہ ان کے عمل سے متصادم ہے۔ در مختار اور حدیث کی کتابوں میں امامت کے مسئلہ پر بحث کی گئی ہے اب بندہ ان کتابوں سے کچھ ذکر کرتا ہے در مختار میں ہے۔ خلاصہ عبارت یہ ہے کہ امامت دو قسم ہے اول امامت صغریٰ کہ نماز کی امامت کرتا ہے اور لوگ نماز میں اسی کی اتباع کرتے ہیں۔ دوم امامت کبریٰ اور اس کی تعریف یہ ہے کہ جس کو اس امر کا حق ہو کہ اس کا تصرف لوگوں پر عام ہو اور بندہ جو یہاں جس امامت پر بحث کر رہا ہے وہ امامت کبریٰ ہے اور امام کا انتخاب بڑے اعلیٰ واجبات سے ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت کے دفن سے امامت کا مسئلہ پہلے طے کیا تو نصب امام اگر اعلیٰ واجبات سے نہ ہوتا تو صحابہ کرام اس کو دفن سے مقدم نہ کرتے۔ علامہ ابن عابدین نے فرمایا کہ امامت کی تعریف شرح مقاصد میں اس طرح ہے۔

خلاصہ تعریف یہ ہے کہ امام اس رئیس کو کہتے ہیں جو کہ دین اور دنیا ہر ایک میں رئیس ہو اور یہ اس لیے ہو کہ وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ اور نائب ہے۔ ہر دو تعریف سے پتہ چلتا ہے کہ ایک سربراہ مملکت ہوتا ہے اور دوسرا سربراہ حکومت شرعی امام سربراہ مملکت اور صدر ہوتا ہے نہ کہ سربراہ حکومت۔ کیونکہ سربراہ مملکت اور صدر اکیلا سربراہ حکومت کو معزول کر سکتا ہے برخلاف سربراہ حکومت کے کہ وہ اکیلا صدر اور سربراہ مملکت کو معزول نہیں کر سکتا۔ تو لوگوں پر تصرف عام صرف سربراہ مملکت کو ہے۔ ان ہر دو میں فرق کرنا لازم ہے ورنہ بہت سی خرابیاں لازم آئیں گی جیسا کہ آگے چل کر بندہ ان خرابیوں کا ذکر کرے گا۔ یہاں تک مقصد اول ختم ہوا اب اس مقصد سے چند امور واضح ہوتے ہیں ملاحظہ ہوں۔

امر اول:۔ امام کا انتخاب واجب ہے کہ یہ سیاسی مسئلہ ہے اور مسلمانوں پر واجب بھی ہے اور واجب یہ شرعی مسئلہ ہے تو معلوم ہوا کہ اسلام میں سیاست اور شریعت ایک ہے اب جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ شرعی جماعت ہے اس کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے یا یہ کہ یہ سیاسی جماعت ہے شرعی نہیں ہے یہ فرق شرع شریف سے ناواقفیت پر مبنی ہے اور



اگر صدر ضیاء اسلامی نظام
نافذ کر دیتا تو قیام پاکستان
کا مقصد پورا نہ ہوتا
کیونکہ شمسی شریف
نے اسے یہ اختیار نہیں
دیا تھا۔

یہ فرق دراصل نصاریٰ کے نزدیک ہے کہ ان کے نزدیک مذہب اور سیاست باہم متغائر ہیں۔

امر دوم:۔ قبل ازیں بندہ ذکر کر چکا ہے کہ کوئی عورت شرع شریف میں سربراہ مملکت نہیں ہو سکتی باقی رہا مرد تو ہر مرد بھی سربراہ مملکت نہیں بن سکتا بلکہ بعض مرد سربراہ مملکت ہو سکتے ہیں اور بعض سربراہ مملکت نہیں ہو سکتے۔ اب یہاں دو پہلو ہیں۔ منفی اور مثبت، منفی پہلو تو یہ ہے کہ کوئی عورت سربراہ مملکت نہیں ہو سکتی اور مثبت پہلو یہ ہے کہ اگرچہ ہر مرد سربراہ نہیں ہو سکتا لیکن بعض مرد سربراہ مملکت ہو سکتے ہیں جن میں شرائط پائے جائیں۔

اب بندہ یہاں ایک المیہ ذکر کرتا ہے وہ یہ کہ جمعیت علماء پاکستان جس کو جے۔ یو۔ پی کہا جاتا ہے بدقسمتی سے دو دھڑوں میں بٹ گئی ہے ایک دھڑے کا اجلاس ۲۲ مارچ کو لاہور میں ہوا اور اخباری اطلاع کے مطابق اس اجلاس میں پانچ ہزار علماء اور مشائخ نے شرکت کی اسی اجلاس میں جو علماء اور مشائخ اہل سنت شریک ہوئے سب کا تعلق جے یو پی یعنی جمعیت علماء پاکستان سے نہیں تھا بلکہ بعض کی مذہبی اور سیاسی جماعتیں جے یو پی کے سوا ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ان مختلف الخیال علماء و مشائخ کا اجتماع اور اتحاد کس نکتہ پر ہوا تو بندہ نے جہاں تک غور کیا تو معلوم ہوا کہ دراصل ان علماء و مشائخ کا علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کے ساتھ ذاتی رنجش اور عناد ہے اور یہ لوگ اس تاک میں تھے کہ کوئی موقع ملے تو علامہ نورانی سے اپنے عناد کا بدلہ لیں۔ اب جب علامہ نورانی کے بعض پرانے رفیقوں نے علامہ نورانی کے خلاف بغاوت کی تو ان لوگوں نے موقع کو غنیمت خیال کیا اور حُبِ علی بغض معاویہ کا رول ادا کرتے ہوئے بغاوت کی تائید میں جمع ہو گئے اور اس عناد باطنی کو یہ رنگ دیا کہ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی عورت کی سربراہی کو جائز مانتے ہیں۔ حالانکہ یہ محض بہتان ہے۔

علامہ نورانی بارہا اعلان کر چکے ہیں کہ عورت کی سربراہی خلاف شرع اور ناجائز اور حرام ہے لیکن اس اعلان سے یہ لوگ اس لئے مطمئن نہیں ہوئے کہ ان کا مقصد احقاق حق تو نہیں ہے صرف علامہ نورانی پر کیچڑ اچھالنا ہے خواہ اس کا سبب بہتان ہی کیوں نہ ہو۔ اب ۲۲ مارچ کے اجلاس کا المیہ یہ ہے کہ اس اجلاس میں سارا زور اس پر دیا گیا کہ عورت سربراہ مملکت نہیں ہو سکتی یعنی سارا زور خطابت منفی پہلو پر دیا گیا اور مثبت پہلو کو نظر انداز کر دیا گیا کہ پھر سربراہ مملکت کون ہونا چاہیے حالانکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ سربراہ کون ہونا چاہیے کیونکہ قبل ازیں حدیث شریف سے ثابت کیا گیا ہے کہ تقرر امام واجب ہے اور جس کو اپنے زمانے کے امام کی معرفت نہیں ہے اس کی موت جاہلیت اور ضلالت کی موت ہے۔ اب بندہ ان پانچ ہزار علماء اور مشائخ سے دو ٹوک دو سوال کرتا ہے۔

(جاری ہے)

نفرت مٹاؤ مہم

"نفرت مٹاؤ" کانفرنس کا انعقاد اس جہانگیر پارک میں ہوا جہاں شہید ملت نے بھارتی سامراج کو مکا دکھا کر للکارا تھا

کراچی کی ایک مرکزی شاہراہ پر چسپاں ایک اشتہار عوام کی توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔ میں قریب پہنچا۔ دیکھا تو۔ نفرت مٹاؤ کانفرنس کا اشتہار تھا۔ پاکستان کے نقشے پر "نفرت مٹاؤ۔ ملک بچاؤ"۔ سیدی یا رسول اللہ کے مونوگرام اور نعرہ اسلام "جیئے مسلمان" کے انقلابی نعرے کے ساتھ یہ اشتہار پوری آب و تاب کے ساتھ عوام کو اپنی جانب متوجہ کئے ہوئے تھا اور جیسے خاموش زبان سے کہہ رہا ہو۔

"کہ مجھ پر موجود لفظ چیخ اٹھے تو تو خوف سے کانپ اٹھے گا کیونکہ۔ یہ اشتہار سندھ کے موجودہ حالات کے بارے میں ایک سوال بھی تھا۔؟ اور جواب بھی۔ میں نے اس اشتہار کا جہانگیر پارک تک تعاقب کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

۲۲ جون۔ شام ۴ بجے میں، اس اشتہار کی منزل جہانگیر پارک کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں مجھے انجمن نوجوانان اسلام اور انجمن طلباء اسلام کا ایک جلوس نظر آیا، جو "نفرت مٹاؤ، ملک بچاؤ" کے فلک شگاف نعروں کے ساتھ جہانگیر پارک کی جانب رواں دواں تھا۔ موٹر سائیکلوں، سوزوکیوں پر پاکستان کا سبز ہلالی پرچم اور امن کا سفید پرچم تھامے یہ نوجوان پاکستان سے اپنی والہانہ عقیدت و محبت کے تمام تر جذبوں سے سرشار ہو کر نعرے بلند کر رہے تھے

محبتوں کی ابتداء۔ نفرتوں کا الوداع

پاکستان بنایا تھا۔ پاکستان بچائیں گے

نعرہ اسلام۔ جیئے مسلمان

۔ گزشتہ وقت کے ساتھ میں جہانگیر پارک صدر میں داخل ہو رہا تھا۔ جہانگیر پارک۔ جہاں قیام پاکستان کے بعد ملک کے پہلے وزیر اعظم شہید ملت خان لیاقت علی خان نے بھارتی سامراج کو مکا فضا میں لہرا کے للکارا تھا۔

جہانگیر پارک۔ جہاں قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی نقیب المثال "نورانی شیخے" میں سحر انگیز ذات سے "بے خود" کردیتے ہیں اور رقت انگیز اختتامی دعا جہانگیر پارک کی موجودہ کشش اور وجود کا احساس دلاتی ہے۔

جہانگیر پارک۔ جو کراچی کے قلب میں "ملاقات پوائنٹ" ہے جہاں کئی سیاسی و غیر سیاسی جماعتوں کے غیر رسمی اجلاس ہوتے ہیں۔ یہاں پارک میں آنے والا ہر فرد مخصوص طور پر جہانگیر پارک کلب کا ممبر لگتا ہے۔

ہاں تو میں اس وقت جہانگیر پارک کے گیٹ میں

رپورٹ نمائندہ احوال

داخل ہو رہا ہوں۔ جہاں مجھے "نفرت مٹاؤ کانفرنس" کا استقبالیہ نظر آیا۔ اور گیٹ پر چاق و چوبند نوجوان جن کے گلے میں سبز رومال (میرا خیال ہے یہ شناخت کے لئے استعمال ہوتے ہوں گے) ہیں۔ استقبالیہ پر موجود نوجوان کانفرنس میں شرکت کرنے والوں کے سینے پر "نفرت مٹاؤ کانفرنس" کا سفید بیج آویزاں کر رہے ہیں۔ شاید جو اس کانفرنس کا یادگاری تحفہ ہے"

ابھی میں گیٹ پر موجود ہی تھا کہ میں نے نوجوانوں کو ٹولیوں کی شکل میں آتے دیکھا جو ولولہ انگیز نعرے بلند کرتے ہوئے گیٹ میں داخل ہو رہے تھے۔

میں کانفرنس کے پنڈال کی طرف بڑھ گیا۔ پنڈال کے آغاز پر مجھے انجمن طلباء اسلام، انجمن نوجوانان اسلام کی جانب سے خوش آمدید کا بینر نظر آیا۔ کانفرنس کا اسٹیج اس کی ترتیب اور پنڈال میں کرسیوں کی ترتیب، جھنڈوں کی سجاوٹ، انجمن نوجوانان اسلام اور انجمن طلباء اسلام کے کارکنان کی تنظیم اور محبت کی گواہی دے رہی تھی۔

ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ فضا۔ نعرہ تکبیر۔ اللہ اکبر

نعرہ رسالت۔ یا رسول اللہ

غلامی رسول میں موت بھی قبول ہے

پاکستان بنایا تھا۔ پاکستان بچائیں گے

سے گونج اٹھی۔

میرے دیکھتے ہی دیکھتے پنڈال میں موجود ہزاروں کرسیاں، ایک ایک وجود کے ساتھ زندہ ہو گئیں۔ اور ہر وجود کوئی چہرہ، تعارف، اور شناخت لئے۔ آج "مسلم قومیت" کی اس "پکار" میں گم بیٹھا اور یہی پیغام ہے آج کی اس "نفرت مٹاؤ کانفرنس" کا۔ اسی دوران میری نگاہیں۔ سفید لباس میں ملبوس ایک قد آور نوجوان پر پڑیں۔ جو پنڈال میں ہمہ تن مصروف تھا اور کارکنان کو ہدایت دے رہا تھا۔ اور کئی دنوں سے نفرت مٹاؤ کانفرنس کی "عوامی رابطہ مہم" میں کارکنان سے خطابات کرتے اسی نوجوان کی جابجا اخبار کے ہم تصویریں چھپیں۔ اب ایسے لگ رہا تھا۔ کہ پنڈال میں موجود حاضرین، کچھ سننے کے لئے بیتاب ہیں۔ اسٹیج پنڈال کے قریب ایک سوزوکی آکر رکی، اور سوزوکی سے سفید لباس میں ملبوس نوجوان اترے اور ان میں ایک نمایاں نوجوان۔ شاید ان نوجوانوں کا "محبوب" لگتا ہے۔

جہاں یہ طارق محبوب ہیں انجمن نوجوانان اسلام کراچی کے کنوینر استقبالیہ کے ارکان انہیں اسٹیج تک لے گئے اسٹیج پر پہلے ہی کراچی ڈویژن کے صدر سید ارشاد علی

جنرل سیکریٹری ہاشم صدیقی ایڈوکیٹ سندھ کے سیکریٹری اطلاعات محمد الیاس صدیقی ایڈوکیٹ، سندھ کے سیکریٹری مالیات شاہد مہر اور کونسلر رزاق نورانی، کونسلر عبدالرزاق سانگانی تشریف لائے۔ اسی دوران روزنامہ ڈان کے سجاد میر کو میں نے، نوجوانوں کو اسٹیج تک لے جاتے دیکھا۔

اب کانفرنس تمام انتظامات اور مقررین اور مہمانوں، سامعین کے ساتھ پورے شباب پر تھی — میں نے اس وقت کو غنیمت جانا اور ایک نشست کو سنبھال لیا۔ جو اس کانفرنس کی آخری نشست تھی۔ اب لوگ نشست نہ ملنے پر کرسیوں کے اطراف دور دور کھڑے تھے اسٹیج پر موجود قائدین انجمن طلباءِ اسلام اور انجمن نوجوانانِ اسلام کے مابین تنظیمی گفتگو کے فیصلے کے بعد — ایک نوجوان نے مائیک سنبھال لیا — اخباروں میں اسی نوجوان کا نام اسلام الدین ایوبی چھپا ہے — تلاوتِ قرآن کے لئے قاضی احمد نورانی کا نام پکارا گیا —

پاکستان کے خلاف سازش کرنے
والوں کے لئے یہ کانفرنس
موت کا پیغام ثابت ہوگی؛
(طارق محبوب)

اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ہدیۂ عقیدت افضال قادری نے پیش کیا۔

اس کے بعد اسٹیج سے آواز گونجی —

سچل سرمستؒ، شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کی دھرتی پیار کرنے والوں کی دھرتی ہے — یہاں اولیاء کا فیضانِ محبت آج بھی جاری ہے۔ ہم اس پاک دھرتی کو نفرتوں کی آماجگاہ نہیں بننے دیں گے۔ پہلے مقرر کے طور پر انجمن طلباء اسلام کراچی ڈویژن کے کنوینر مجاہد اشتیاق کا نام پکارا گیا۔ انہوں نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جہانگیر پارک میں آج کی "نفرت مٹاؤ کانفرنس" کے انعقاد کا مقصد نفرتوں کا خاتمہ۔ بحالی امن اور ملک کو بچانا ہے — آج سندھ نازک دور سے گذر رہا ہے — سندھ کی درس گاہیں، مقتل گاہیں بن چکی ہیں — طلبہ کے ہاتھوں میں قلم کے بجائے کلاشن کوف تھمادی گئی ہے۔ انہوں نے کہا، پاکستان کے غیور نوجوان پاکستان کے خلاف ہونے والی ہر سازش کو ناکام بنادیں گے —

انہوں نے کہا انجمن طلباء اسلام کراچی تا خیبر، تا کشمیر — "اصلاحِ احوال" کے لئے سرگرم عمل ہے —

اس کے بعد دعوتِ خطاب کے لئے "نوجوان قائد" طارق محبوب کا نام پکارا گیا — طارق محبوب کا اندازِ خطابت ایک باہمت نوجوان کے عملی جذبے کا عکاس تھا — طارق محبوب نے گھن گرج کے ساتھ اسلام دشمن، ملک دشمن، عوام دشمن قوتوں کو للکارتے ہوئے کہا کہ — پاکستان کے خلاف سازش کرنے والوں کے لئے یہ کانفرنس پیغام موت ثابت ہوگی۔ اور اسی بات کا اعلان ہوگا کہ نوجوان پاکستان کی بقاء کے لئے خون کا آخری قطرہ بہادیں گے۔ طارق محبوب نے نوجوانوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ نوجوان آگے بڑھیں اور نفرتوں کے اس سیلاب کے آگے بند باندھیں اور کہا کہ نفرت کے خاتمے، بحالی امن اور ملک بچانے کے لئے اپنی جدوجہد تیز تر کردیں۔ عوام اور نوجوانوں سے رابطہ کریں — اور نفرتوں کی اس دیوار کو اپنے عزم اور حوصلے سے گرادیں۔

جمعیت علماء پاکستان کراچی ڈویژن کے صدر سید ارشاد علی نے کہا "نفرت مٹاؤ کانفرنس" کے انعقاد پر میں طلبہ اور نوجوانوں کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں انہوں نے اسے "اصلاح احوال" کے لئے ایک کامیاب کوشش قرار دیا۔ انہوں نے کہا جن لوگوں نے بھائی سے بھائی کو لڑایا ہے نفرت کے بیج بوئے ہیں ان کے حساب کا اب وقت آگیا ہے۔

ممتاز صحافی سجاد میر نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حالات کو بہتر بنانا ہے تو ہر شخص کو خود اپنا احتساب کرنا ہوگا ایک دوسرے پر ذمہ داری عائد کرنے سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوسکتا۔ انہوں نے کہا کہ ہر شخص یہ سوچے کہ جو خون بہہ رہا ہے اور جو گھر جل رہا ہے وہ میرا ہے اور ہر شخص تصور کرے کہ ہمیں اس سرزمین کے مقدر کو بدلنا ہے پاکستان دینِ خداوندی اور نظامِ مصطفیٰؐ کالی کملی والے کی سرزمین ہے محبت ہمارا درس ہے۔ انہوں نے کہا محاسبہ کرنے سے حالات میں بہتری پیدا ہوگی۔

"احوال" کے چیف ایڈیٹر محمد احمد صدیقی نے کہا کہ پاکستان میں نوجوانوں کا مستقبل تاریک کرنے کی سازش کی گئی ہے اور آج المیہ ہے آج کا نوجوان اپنے اسلاف کی قربانیوں سے ناواقف ہے۔ انہوں نے کہا یہ حیران کن بات ہے — اور نہایت افسوسناک صورتحال ہے کہ ہم اپنے ملک میں اپنے ہی بھائی کا قتل کریں۔

جے یو پی کے مرکزی جوائنٹ سیکریٹری صوفی ایاز خان نیازی نے کہا کہ نوجوانوں نے آج فیصلہ کیا ہے کہ نفرت کا خاتمہ کرکے امن قائم کیا جائے۔ اس لئے کہ امن قائم نہیں ہوگا تو ملک بھی قائم نہیں رہ سکے گا۔ انہوں نے کہا کہ حکومت مفاد پرستی انا۔ ہار جیت کے عنوان سے ملک سے کھیل رہی ہے ملک میں ہندو، قادیانی اور خاد کے ایجنٹ گھس آئے ہیں حکومت و اپوزیشن کو اپنی اپنی فکر ہے انہوں نے کہا کہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سب سے پہلے جماعت اسلامی نے بچوں (طلبہ) کو سب سے پہلے اسلحہ اور اسلحہ کی تربیت دی۔ انہوں نے امن محبت اور جہاد کا جذبہ اجاگر کرنے پر زور دیا۔

انہوں نے زور دیکر کہا کہ متحارب گروپوں کو کوئی مقتدر اتھارٹی۔ مذاکرات کی میز تک لائے۔ اور مسئلے کے حل تک مذاکرات جاری رکھے۔ کانفرنس میں اس کانفرنس کے چیف آرگنائزر ڈاکٹر جاوید اختر نے مندرجہ ذیل قرارداد پیش کی۔

قرارداد

کانفرنس میں موجود ہزاروں شرکاء سندھ میں امن کی تیزی سے بگڑتی ہوئی صورتحال اور بالخصوص کراچی اور حیدر آباد کی دگرگوں صورتحال پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہیں اور حکومت اور حزب اختلاف سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ حالات کو ٹھیک کرنے کے لئے اپنے تمام ذاتی اختلافات سے بالاتر ہو کر اجتماعی لائحہ عمل مرتب کریں۔ شرکاء کانفرنس صوبے کے مخدوش حالات کی وجہ سے اقتصادی سرگرمیوں پر پڑنے والے اثرات، صنعتی دباؤ اور پیداواری عمل ٹھپ ہونے کی وجہ سے عام اشیاء کی قلت اور تاجر برادری کے دن بدن بڑھتے ہوئے مسائل پر گہری تشویش ظاہر کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ملک و قوم کو سیاسی و اقتصادی میدان میں پہنچنے والے ان نقصانات کے ازالے کے لئے عملی اقدامات کرے قرارداد میں مزید مطالبہ کیا گیا کہ طلبہ کا خاصا تعلیمی سال ضائع ہوچکا ہے اور وہ مزید کسی تعلیمی بدامنی کے متحمل نہیں ہوسکتے اس لئے طلبہ کے انٹر کے سالانہ امتحانات کو جلد از جلد یقینی بنایا جائے۔

کانفرنس کا اختتام صوفی ایاز خان نیازی کی دعا پر ہوا۔

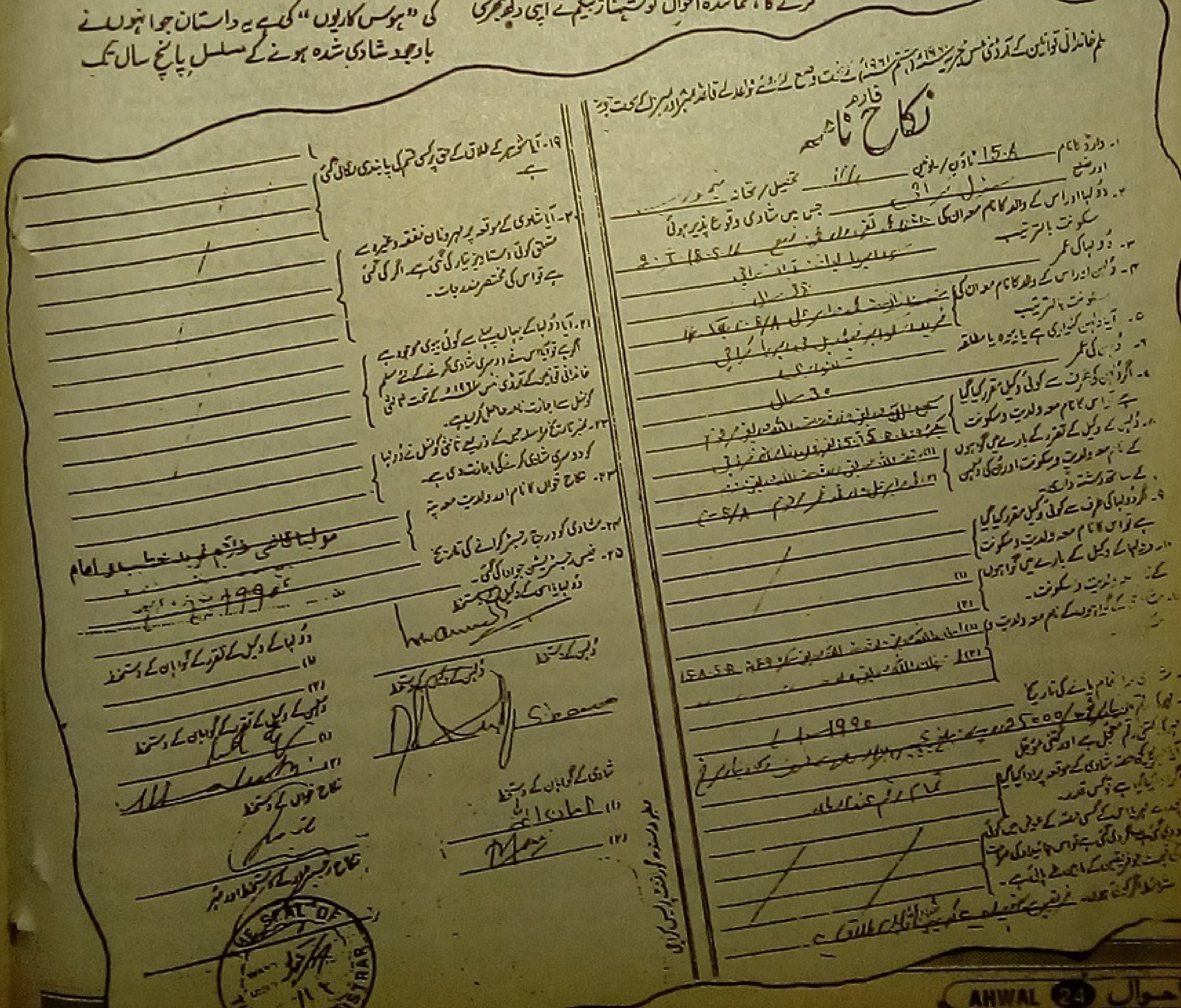
سچل سرمستؒ اور شاہ لطیفؒ
بھٹائیؒ کی دھرتی
پیار کرنے والوں کی دھرتی ہے

سابق صوبائی وزیر حافظ تقی کی دوسری شادی اور پھر طلاق

محرم راز کے قلم سے

ایک ہوائی کمپنی میں خدمت انجام دینے والی شہناز جو مسکرا کر مسافروں کو الوداع کہتی تھی اب خود مسکراہٹوں کے غم میں کھو گئی ہے، اس کا اداس چہرہ، بوجھل آنکھیں کسی "ظالم" اور "ہوس پرست" کی داستان سنا رہی ہیں، ۶ ماہ بعد وہ ایک ایسے بچے کو جنم دینے والی ہے جو خوشیوں سے محروم ہوگا، جو زندگی بھر اپنے باپ کو تلاش کرے گا، نمائندہ احوال کو شہناز بیگم نے اپنی دکھ بھری کہانی، آنسوؤں اور سسکیوں میں سنائی، وہ روتی جاتی تھی اور اپنی داستان غم بمشکل تمام سناتی جاتی تھی اسکے والد غموں سے نڈھال "سرنگوں" کئے ہوئے بیٹھے تھے اور ان کے رخساروں پر آنسوؤں کے قطرے یکے بعد دیگرے ڈھلکتے جاتے تھے، "دلگیر" آواز میں انہوں نے کہا کہ "میرے خاندان میں کبھی ایسا نہیں ہوا، کبھی کسی کو طلاق" نہیں ہوئی۔ اگر دھوکا ہی دینا تھا تو زندگی بھر دھوکہ دیتا رہتا، ہم اس کو بھی برداشت کر لیتے، ہم ظلم تو سہہ سکتے ہیں، صبر کر سکتے ہیں مگر "ذلت" اور "رسوائی" برداشت نہیں کر سکتے۔ میری دو بچیاں اور ہیں آخر کلنک کا ٹیکہ کس طرح برداشت کروں، میری "دو بچیوں" کا مستقبل اب کتنا تاریک ہوگیا ہے وہ "طلاق" نہ دیتا "زندگی" بھر یوں ہی گذار دیتا تو ہم اس "رسوائی" سے بچ جاتے"۔

جنرل ضیاء الحق کے دور کا سابق وزیر حافظ محمد تقی کی "ہوس کاریوں" کی یہ داستان جو انہوں نے باوجود شادی شدہ ہونے کے مسلسل پانچ سال تک



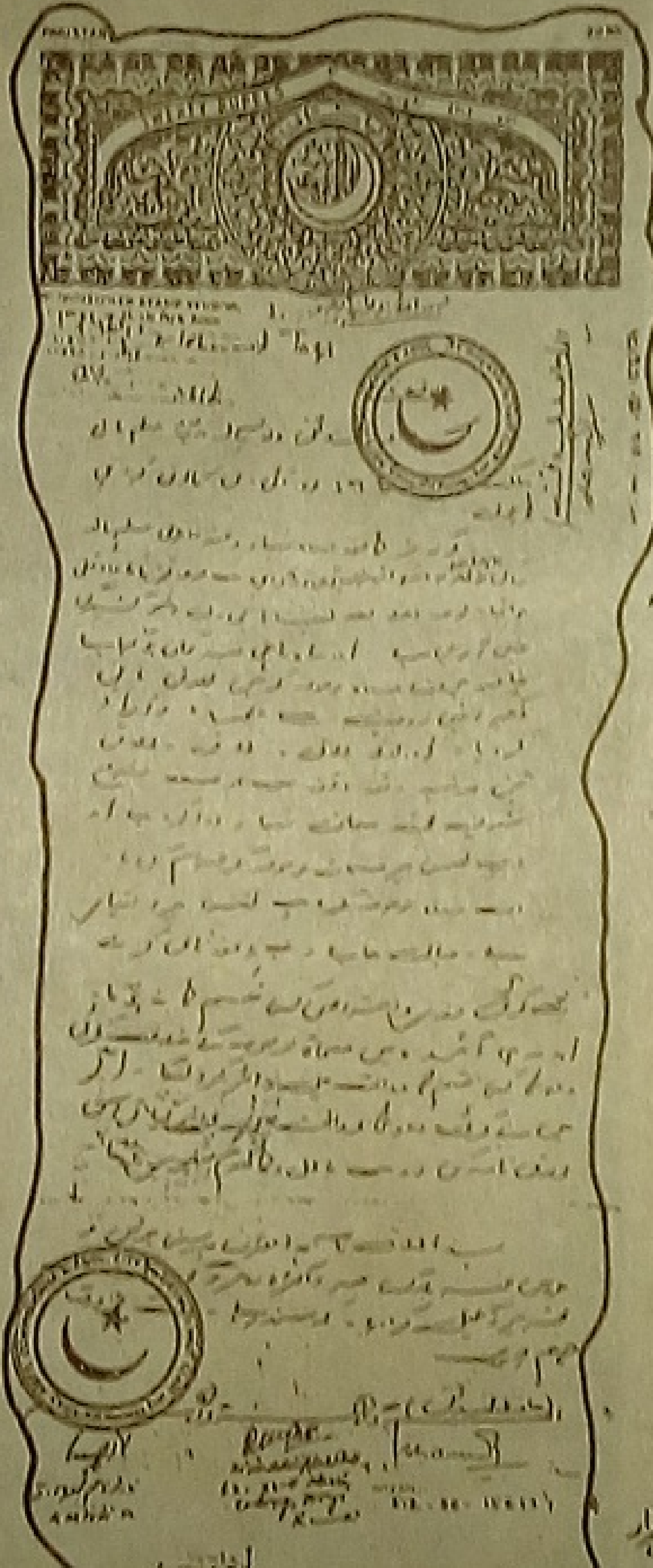
حافظ تقی کی ازدواجی زندگی ہی دھوکہ پر مبنی نہیں بلکہ سیاسی زندگی بھی اس سے بھری پڑی ہے۔

شہناز کا پیچھا کیا، شہناز نے بتایا کہ "حافظ محمد تقی" قسمیں کھا کھا کر اپنی محبت کا یقین دلاتے تھے لیکن میں پیشہ ٹال جایا کرتی تھی انہوں نے دن رات میرا پیچھا کرنا شروع کر دیا، مجھ سے بار بار کہتے تھے کہ اگر میں نے ان سے شادی نہیں کی تو ان کی زندگی تباہ ہو جائے گی، وہ برباد ہو جائیں گے، زندگی سے ہاتھ دھو لیں گے اس عقیدت اور محبت کے اظہار کا سلسلہ کئی سالوں پر محیط رہا، آخر کار ان کے "دھوکے" میں، میں آ ہی گئی بعد میں مجھے بھی یقین ہو چلا تھا کہ ایک شخص جو مسلسل پانچ سال سے اپنی وفاداری کا اظہار کر رہا ہے "بے وفا" نہیں ہو سکتا، دھوکہ باز نہیں ہو سکتا "مکار" نہیں ہو سکتا۔

بے یقینی کی کیفیت میں مجھے "یقین" کرنا ہی پڑا اور آخر کب تک ذکر آئی "حافظ تقی" کا اور "میرا" عقد

چھ ماہ بعد وہ بچہ اس دنیا میں قدم رکھے گا لیکن اس کے سر پر ہاتھ رکھنے والا باپ......

"شریعت" کے مطابق ۶ جنوری کو ۱۹۹ (؟) کو ۲۵ ہزار روپیہ سکہ رائج الوقت کے عوض ہوا، میں ان کی منکوحہ بن گئی، شادی کی شرائط کی شق "میں ایک شق یہ بھی تھی کہ یہ شادی فریقین کے مابین "ناقابل طلاق" ہے، (جو ایک غیر شرعی شق ہے) میں اور وہ میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گزارنے لگے، انہوں نے مجھے علیحدہ ______ ایک فلیٹ دلانے کا بھی یقین دلایا اور تیس ہزار روپیہ فلیٹ طلب کے فلیٹ بک کر دیا۔ جس کی رسید میرے پاس ہے چھ ماہ کے دوران میرے اور ان کے درمیان کوئی تلخی نہیں ہوئی۔ میں ایک بچے کی ماں بننے والی ہوں۔ اور چھ ماہ بعد وہ بچہ اس دنیا میں قدم رکھے گا لیکن اس کے



سر پر ہاتھ رکھنے والا باپ بڑا ہی ظالم "خود غرض اور مکار" نکلا۔ وہ ہوس پرست تھا۔ نفسانی خواہشات کا غلام تھا۔ اس نے میرے ساتھ فراڈ کیا۔ اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے اس نے میری عزت کے ساتھ بلا کسی قصور کے مجھے طلاق دے دی۔ وہ میرے پاس سے ہنستے ہوئے رخصت ہوئے تھے۔ کسی قسم کی کوئی ناچاقی نہیں ہوئی۔ لیکن وہ کئی روز گھر نہیں آئے اور اچانک "انہوں نے ۶ مئی ۱۹۹۰ء کو "طلاق نامہ" بھیج دیا۔ یہ کتنا بڑا ظلم ہے۔ یہ کتنی بڑی اخلاقی گراوٹ اور ذہنی پستی ہے یہ کتنا بڑا مکر اور فریب ہے۔ شہناز روتی رہی اور اپنی بپتا بیان کرتی رہی۔

حافظ محمد تقی کی آنکھیں "سبز" ہیں۔ شیخ سعدیؒ نے سبز آنکھ والوں کو "مکار" اور "دھوکہ باز" کہا ہے اور فرمایا ہے کہ سبز آنکھ والا کبھی کسی کا "وفادار" نہیں ہوتا اور سبز آنکھ "والے سے "محتاط" رہنا چاہئے۔ "حافظ تقی" کی ازدواجی زندگی ہی دھوکہ پر مبنی نہیں ہے بلکہ سیاسی زندگی بھی اس سے بھری پڑی ہے۔ انہوں نے اس "جماعت" کو بھی دھوکہ دیا۔ جس نے ان کو سیاست میں قدم رکھنے کا شعور دیا۔ ان کی آنکھ کے گھائل ان کے "محسن" ہی ہیں۔ اپنی "پارٹی" کے ساتھ غداری کی۔ ضیاء الحق کے مجلس شوریٰ کے ممبر بن گئے۔ ضیاء الحق ہی کی شہ پر "حنیف طیب" کے ساتھ مل کر نظام مصطفےٰ پارٹی "بنائی۔ غیر جماعتی انتخابات میں حصہ لے کر وزیر بنے اسی دوران انکی ملاقات "شہناز" سے بھی ہوئی

مجھ سے بار بار کہتے تھے کہ اگر میں نے ان سے شادی نہیں کی تو وہ زندگی سے ہاتھ دھو لیں گے۔

اور وہ بھی دھوکہ کھا گئی۔

آج کل ان کے "دام فریب" میں مولانا عبدالستار خان نیازی گرفتار ہیں۔ وہ وقت عنقریب آنے والا ہے جب وہ بھی ان کی فریب کاریوں کا نشانہ بنیں گے ایسے ہی لوگ نظام مصطفےٰ کی تحریک کے لئے سم قاتل ہیں۔ عوام کو ایسے لوگوں سے ہوشیار رہنا چاہئے اور ان کے مکر اور فریب سے بچنا چاہئے نہ کہ صرف حافظ تقی بلکہ ان کے ساتھیوں سے بھی ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

●●

ایران میں زلزلے کی تباہی

ایک جھٹکے میں ہزاروں افراد موت کی آغوش میں

ر۔ت۔احمد



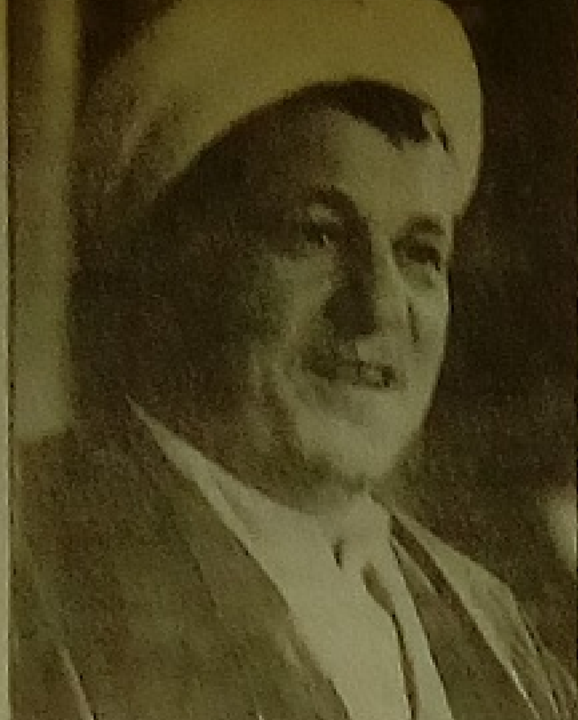
ایران میں آفات سماوی کی شکل میں ایک خوفناک زلزلہ آیا ہے جس نے شمالی ایران کے ایک وسیع علاقے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس قیامت خیز زلزلے میں تادم تحریر سرکاری طور پر ... ہزار سے زائد افراد ہلاک ہو چکے ہیں ... ۱۲۰۰ دیہات بالکل تباہ ہو گئے جبکہ علاقے کے قریب ... افراد زخمی ہوئے۔

ایران کے صدر رفسنجانی نے زلزلے کا ... جائزہ لیا ہے

۲۰ جون کو آنے والے اس زلزلے نے چند ہی منٹوں میں ہزاروں افراد کو ہلاک اور لاکھوں کو زخمی اور بے گھر کر دیا۔ اس کے بعد شمالی مغربی ایران کے علاقے میں اتوار کو ایک اور شدید زلزلہ آیا۔ ریکٹر سکیل کے مطابق اس زلزلے کی شدت ۵.۵ تھی۔ ہلاک شدگان کی تعداد میں مزید اضافہ ہوتا جا رہا ہے کیونکہ برآمد ہونے والی لاشوں کو شمار کرنے کا کام ابھی جاری ہے جس کی وجہ

سے مرنے والوں کی تعداد کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہو رہا ہے۔ متاثرہ علاقوں میں وبائی امراض پھوٹ پڑنے کے خطرے کے پیش نظر زندہ بچ جانے والوں اور زخمیوں کو دوسرے محفوظ علاقوں میں منتقل کیا جا رہا ہے۔

زلزلے کا مرکز ساحلی شہر رشت کے قریب منجیل ... میں تھا۔ مگر اس کا اثر ایک سو



ہیل دور تک پھیلا ہوا تھا ۔ اور زلزلے کے جھٹکے اتنے خوفناک تھے کہ وہ کئی سو میل دور تک محسوس کئے گئے سب سے زیادہ تباہی صوبہ زنجان میں ہوئی جہاں تقریباً سو دیہات زمین بوس ہو گئے اس کے بعد صوبہ گیلان کا نمبر آتا ہے ۔ زلزلہ ایک منٹ تک جاری رہا مگر اس ایک منٹ میں زلزلے سے متاثرہ علاقوں میں ایک قیامت گزر گئی ۔

زلزلے کے شدید جھٹکے مغربی آذربائیجان ، کردستان اور سوویت آذربائیجان میں بھی محسوس کئے گئے ۔ مٹی کے تودے گرنے کی وجہ سے دور دراز کے دیہات باقی ملک سے کٹ گئے ۔

ایران میں ۱۹۶۲ء کے بعد اپنی نوعیت کا یہ بدترین زلزلہ تھا جس کے غم میں ایران کے مذہبی رہنما آیت اللہ خامنہ ای نے تین دن تک سوگ منانے کا فیصلہ کیا ہے ۔

اتوار ۲۴ جون کو زلزلے کے دوبارہ جھٹکے محسوس کئے جانے کے بعد بچ جانے والوں کے بارے میں تشویش مزید بڑھ گئی ہے کیونکہ زندہ بچ جانے والوں کی تعداد پانچ لاکھ کے قریب ہے اور وہ کھلے آسمان کے نیچے سو رہے ہیں اس علاقے میں کھانے پینے کی اشیاء کی بہت قلت ہے پینے کے لئے صاف پانی تک میسر نہیں ہے اور بچوں کے لئے دودھ بھی نہیں مل رہا ہے بعض علاقوں میں اتنا نقصان ہوا ہے اور اتنی بڑی تعداد میں لوگ ہلاک ہوئے ہیں کہ ایرانی فوجی زخمیوں کی جان بچانے اور بچ جانے والے افراد کے لئے زیادہ کچھ نہیں کر پا رہے ہیں ۔

ایران کے حکمرانوں نے زلزلہ کے شروع میں بڑی قوت سے کہا تھا کہ ہمیں غیر ملکی امداد کی ضرورت نہیں ہے اور غیر ملکی امدادی ٹیموں کو ملک میں داخلے کی اجازت نہیں دی جائے گی مگر اب وہ کھل کر کہہ رہے ہیں کہ اس مصیبت سے نمٹنے کے لئے انہیں غیر ملکی امداد کی ضرورت ہے ۔

دریں اثناء ایرانی حکام نے اقوام متحدہ کو بتایا ہے کہ جمعہ کے روز آنے والے زلزلے میں کم و بیش ستر ہزار افراد ہلاک ہوئے ہیں جو علاقے زلزلے سے متاثر ہوئے ہیں وہاں ملبے کا ایسا ڈھیر بنے ہوئے ہیں جن میں لاتعداد لوگ ابھی تک دبے ہوئے ہیں ۔

ایران کی مجلس کے نائب اسپیکر نے اپنے حلقہ انتخاب کا دورہ کرتے ہوئے بتایا کہ تباہی اس پیمانے کی ہے اور انسانی جانوں کا زیاں اتنا زیادہ ہوا ہے کہ حکومت زخمیوں کو بچانے اور پسماندگان کی مدد

صدر رفسنجانی نے ان خبروں کی تردید کی ہے کہ ایران بیرونی امدادی ٹیموں کو ملک میں داخل نہ ہونے دے گا ۔

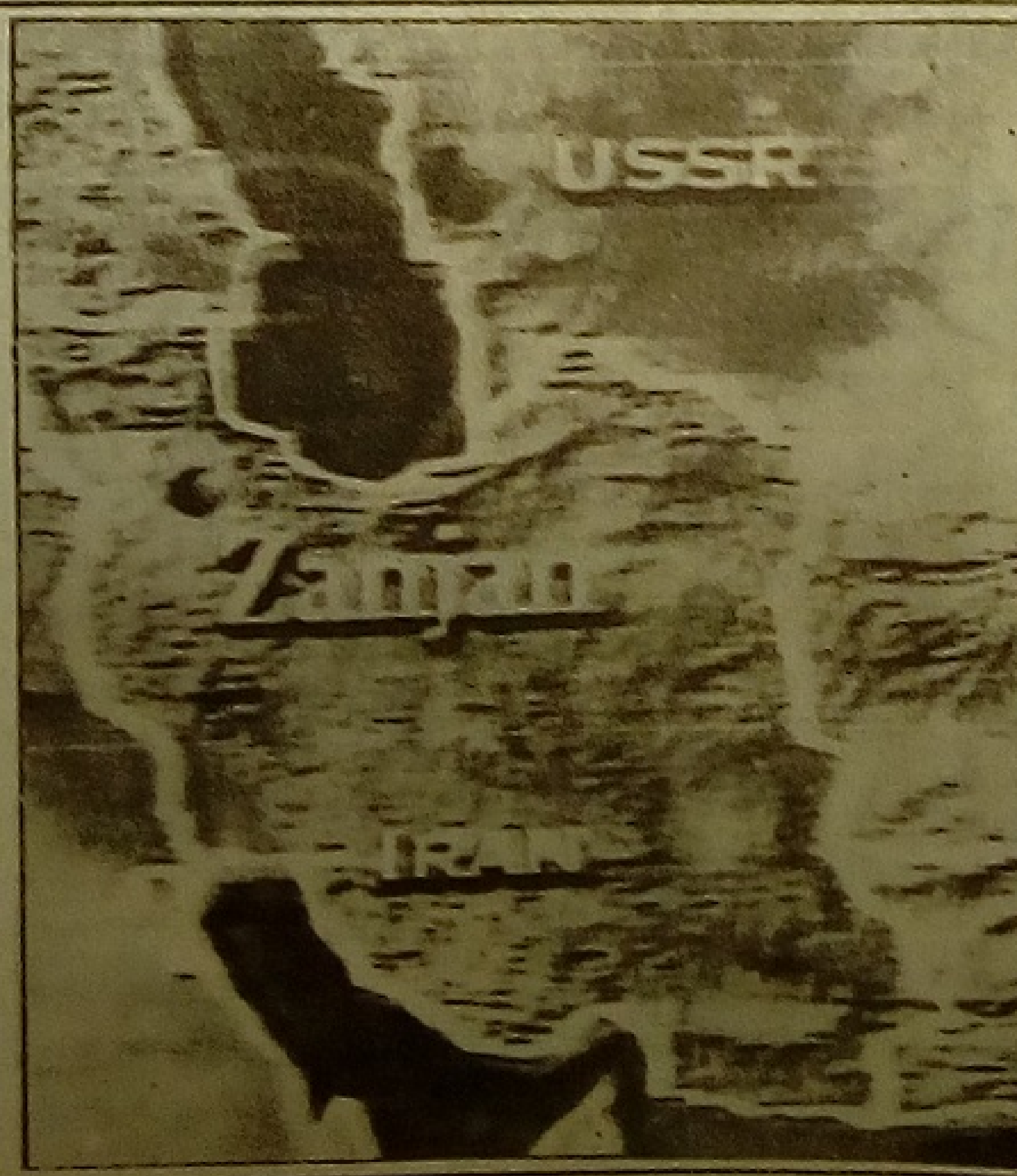
کے لئے بھرپور طریقے سے کام کرنے سے قاصر ہے ، ایرانی رہنماؤں کے بیانات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اب بیرونی امداد لینا چاہتے ہیں ، دیگر رہنماؤں کے علاوہ خود صدر رفسنجانی نے بیانات دیئے ہیں اور ان خبروں کی تردید کی ہے کہ ایران بیرونی ڈاکٹروں کی ٹیموں کو ملک میں داخل ہونے نہیں دے گا ۔ شاید اسی لئے ایرانی اداروں نے ان اشیاء کی فہرستیں بنانا شروع کر دی ہیں جن کی ایران کو فوری طور پر ضرورت ہے ۔

ایرانی ریڈ کراس (ہلال احمر) نے بھی بیرونی امداد کی اپیل کی ہے ، اور اب تک وصول ہونے والی امداد کو اس نے سب سے متاثرہ علاقوں میں بھیجا ہے ، ایرانی حکومت نے جو امداد کی اپیل کی ہے اس کے جواب میں غیر ملکی امداد وہاں پہنچنا شروع ہو گئی ہے اور چند روز میں تقریباً ۳۲ طیارے امدادی اشیاء لے کر تہران پہنچ جائیں گے ۔

لیکن ایران کا انتہا پسند سیاسی حلقہ اب بھی بیرونی امداد کا مخالف ہے ان کے ترجمان ایک ایرانی اخبار نے لکھا ہے کہ ایران کے عوام ملبے کے نیچے مرگ بر امریکہ کا نعرہ لگا رہے ہیں ، اخبار نے مزید لکھا ہے کہ ایران کو ان لوگوں کی پیش کش مسترد کر دینی چاہئے جن کے ہاتھ ایرانیوں کے خون سے آلودہ ہیں وہ اپنے جرائم کی تلافی کی کوشش کر رہے ہیں غالباً اخبار کا اشارہ عراق کی جانب تھا جس کے صدر صدام حسین نے کھلے دل سے اس ایرانی حادثے پر رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے امداد کی پیش کش کی ہے ۔

ایران کی یہی انتہا پسند اور مبنی بر تعصب پالیسی تھی جس نے اسے عالمی برادری میں یک و تنہا کر دیا اور ساری دنیا میں اسے اپنے دشمن ہی دشمن نظر

(باقی صفحہ ۳۵ پر)



ایران تباہ کن زلزلوں کی زد میں ہے

یوسف جمیل نمائندہ بی بی سی

کا ہندوستانی فوج کے ہاتھوں اغوا اور رہائی

شاہ فاروق عطا

جان کی بازی کھیل کر کشمیر کے بارے میں بی بی سی لندن کو خبریں دینے والے نامہ نگار مسٹر یوسف جمیل کشمیری کے اغوا کی دھماکہ خیز خبر جب ہندوستان کے ریڈیو اور ٹی وی پر نشر کی گئی تو پورے ملک میں تہلکہ مچ گیا ہر طرف سے اندیشے ظاہر کئے جانے لگے کہ خدانخواستہ کہیں ان کا بھی وہی حشر نہ ہو جو اس سے پہلے ڈاکٹر مشیر الحق کا ہو چکا تھا اور ایک دو روز میں یہ خبر نہ آ جائے کہ سری نگر کے فلاں چوراہے پہ دہشت گرد ان کی لاش پھینک کر فرار ہو گئے ریڈیو اور ٹی وی پہ خبر نشر کرنے کا لب و لہجہ انداز اور زبان بالکل ویسی تھی جیسے کہ مشیر صاحب کے اغواء کے معاملہ میں استعمال کی گئی تھی۔ خبر میں کہا گیا کہ انہیں چند دہشت گردوں نے اغوا کر لیا ہے اور فوج و سلامتی دستوں نے گھر گھر تلاشیاں شروع کر دی ہیں اخباروں میں بھی ایسی ہی خبریں شائع ہوئیں اور پھر سلسلہ شروع ہو گیا حفاظتی دستوں کے ظلم و جبر کا جو تلاشیوں کے نام پہ برسوں سے جاری ہے۔ معلوم نہیں کتنے بے گناہ افراد گرفتار کر لئے گئے یوسف جمیل کو اغوا کر لینے کے الزام میں اور نہ معلوم ان گرفتار شدگان کو کن کن اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔

جب یوسف جمیل کو گرفتار کیا گیا تو ان کے بہت سے پڑوسیوں نے اس منظر کو خود دیکھا اور اخبار نویسوں کو بتایا کہ ان کو گرفتار کرنے والے گورکھا فوجی تھے۔ لیکن ان پڑوسیوں کے بیانات کا مذاق اڑایا گیا اور دہلی میں بیٹھے ہوئے ذکر شاہوں نے کہا کہ اغوا کے ذمہ دار کشمیری دہشت گرد ہیں فوجی نہیں اور یہ کہ: "بعض ملک دشمن عناصر یوسف جمیل کے اغوا میں فوجیوں کو محض اس لئے ملوث کر رہے ہیں کہ عوام میں فوج کی ساکھ کو گرایا جائے اور فوج کے حوصلے پست کئے جائیں"۔

یوسف جمیل کے بارے میں جو سرکاری بیان دہلی اور سری نگر سے جاری کئے گئے تھے ان پر کوئی فرد و بشر یقین کرنے کو تیار نہیں تھا۔ کلکتہ سے شائع ہونے والے انگریزی روزنامہ "ٹیلیگراف" کی نامہ نگار شوبھا سنگھ نے سپریم کورٹ میں بے جا کی ایک رٹ دائر کر دی۔ اس رٹ میں درخواست کی گئی تھی کہ مسٹر یوسف جمیل کو عدالت کے سامنے پیش کئے جانے کا حکم صادر کیا جائے۔ سپریم کورٹ میں ان دنوں گرمیوں کی تعطیلات چل رہی ہیں اس لئے رٹ کی سماعت تعطیلات کے جج جسٹس ایل ایم شرما کے گھر پر ہوئی رٹ کے جواب میں حکومت ہند اور حکومت جموں و کشمیر کی طرف سے سپریم کورٹ کے جج کے سامنے بھی غلط بیانی اور دروغ گوئی سے کام لیا گیا۔

حکومت کی طرف سے پیروی کرنے والے ایڈیشنل سالیسٹر جنرل ارون جیٹلی نے سپریم کورٹ کے جج کے سامنے بیان دیا کہ یوسف جمیل کو فوج کی وردی پہنے ہوئے دہشت گردوں نے اغوا کر لیا ہے انہوں نے کہا کہ یوسف جمیل کو ڈھونڈنے کی پوری کوشش کی جا رہی ہے اور اغوا کے اس واقعہ کے بعد سری نگر کی گھیرا بندی کر لی گئی ہے فوج اور تمام دوسرے حفاظتی دستوں اور خفیہ محکموں نے مسٹر یوسف جمیل کا پتہ لگانے کے لئے زبردست مہم شروع کر دی ہے انہوں نے مزید کہا کہ سری نگر میں گھر گھر تلاشیاں لی جا رہی ہیں اور تمام سلامتی دستوں کو چوکنا کر دیا گیا ہے۔

ادھر سپریم کورٹ کے سامنے غلط بیانی کی جا رہی تھی اور ادھر سری نگر سے سہ پہر کو خبر آ گئی کہ یوسف جمیل کو فوجیوں نے رہا کر دیا ہے۔

اس طرح ہندوستان کے سرکاری ترجمانوں کشمیری حاکموں اور ہندوستانی ریڈیو اور ٹی وی کے وہ تمام اعلانات ہوا میں بکھر گئے جو انہوں نے ایک دن پہلے ہی کئے تھے اور دعویٰ کیا تھا کہ وردی پہنے ہوئے دہشت گردوں نے انہیں اغوا کر لیا تھا۔

۱:- یوسف جمیل رہا ہو گئے اور خیریت کے ساتھ اپنے گھر بھی واپس آ گئے لیکن میر واعظ مولوی محمد فاروق پروفیسر مشیر الحق اور ایچ ایم ٹی کے جنرل منیجر مسٹر کھیڑا کے پراسرار قتل کے پس منظر میں یوسف جمیل کی رہائی نے کئی اہم سوالات کھڑے کر دیئے ہیں سیاسی مبصروں کا کہنا ہے کہ اگر یوسف جمیل ایک اعلیٰ پایہ کے صحافی نہ ہوتے، خصوصی بی بی سی لندن جیسے باوقار ادارہ کے نامہ نگار نہ ہوتے تو خدانخواستہ ان کا بھی وہی حشر ہوتا جو کھیڑا اور پروفیسر مشیر الحق کا ہو چکا ہے وہ بھی قتل کر کے کسی سنسان سڑک پر پھینک دیئے جاتے اور نام لگ جاتا دہشت گردوں کا۔

۲:- لیکن چونکہ یوسف جمیل کا مسئلہ بین الاقوامی سطح پر ابھر چکا تھا اور عالمی صحافی برادری میں زبردست احتجاج شروع ہو گیا تھا اس لئے کشمیری حکام نے اسی میں عافیت سمجھی کہ انہیں رہا کر دیا جائے۔

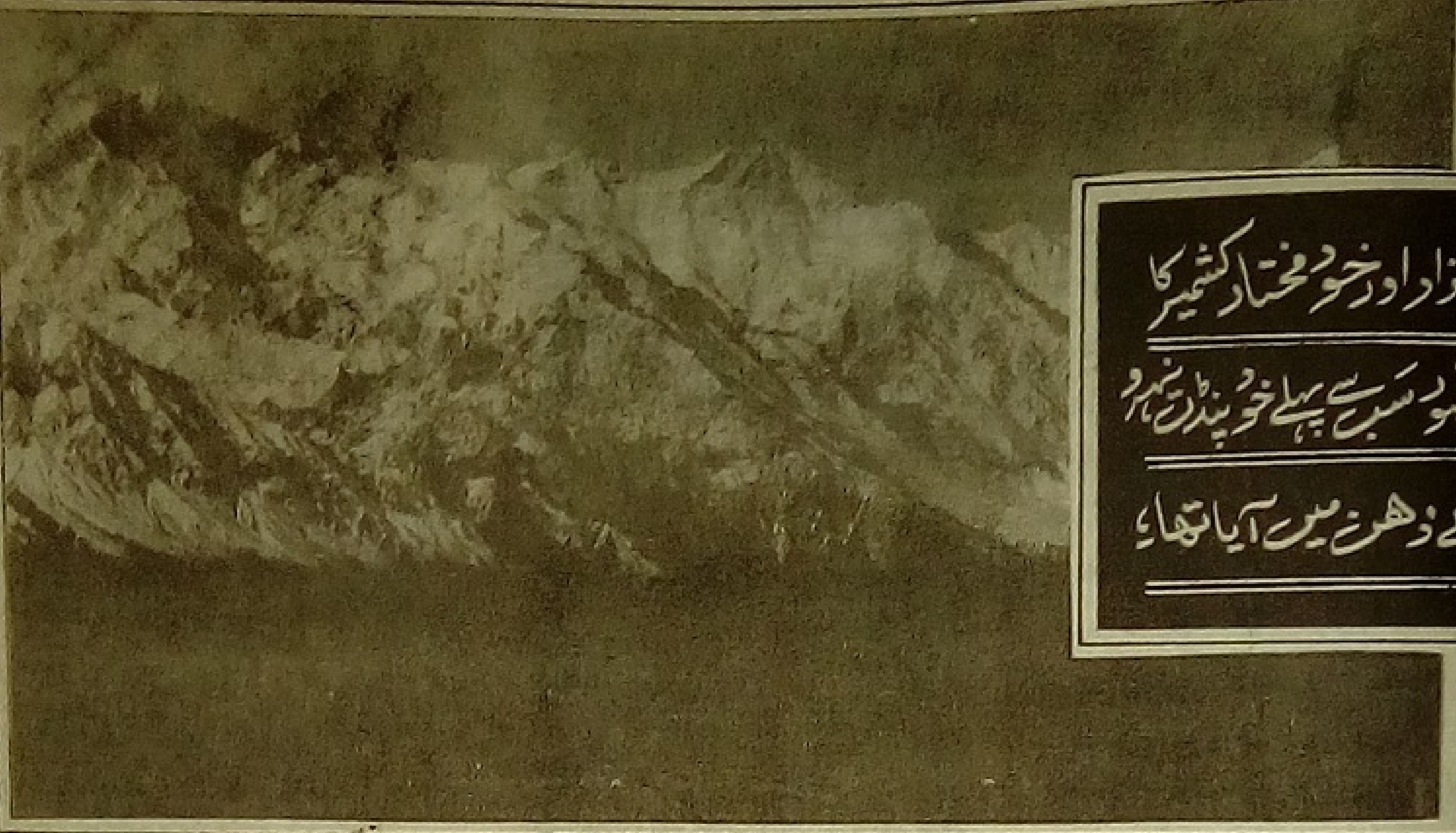
۳:- اگر مرکزی وزیر داخلہ یا کشمیر کے گورنر یہ کہیں کہ انہیں یوسف جمیل کے اغوا یا گرفتاری کے بارے میں پوری معلومات نہیں تھیں تو ان کی بات پر کوئی یقین نہیں کرے گا۔ ان کو سب کچھ معلوم تھا پھر بھی انہوں نے کشمیر حکام کی اغوا کی کہانی کو تسلیم کر لیا اور اسی لئے سپریم کورٹ کے سامنے بھی غلط بیانی سے کام لیا گیا۔

اس لئے بادی النظر میں یہ بات قطعی صحیح معلوم دیتی ہے کہ یوسف جمیل کے لئے اگر عالمی رائے عامہ بیدار نہ ہو جاتی تو انہیں بھی اپنے گھر واپس ہونا کبھی نصیب نہ ہوتا۔

مجرم:

سرکاری دعوے کچھ بھی ہوں، یوسف جمیل ایک عرصہ سے سرکاری عتاب کا نشانہ بنے ہوئے ہیں لیکن حکام کو اس کا موقع نہیں مل پا رہا تھا کہ وہ ان کے خلاف کوئی کارروائی کر سکیں موقعہ کی تلاش جاری تھی اور جب کسی بہانے یہ موقع ہاتھ آ گیا تو یوسف جمیل کو سرکاری طور پر اغوا کر لیا گیا یوسف جمیل کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ کشمیر کی صورت حال کے بارے میں بی بی سی اور "ٹیلیگراف" کو سچی خبریں فراہم کر رہے تھے اور اسی وجہ سے کشمیری اب آکاش وانی کی بجائے بی بی سی لندن سننا زیادہ پسند

باقی ص ۵۰ پر



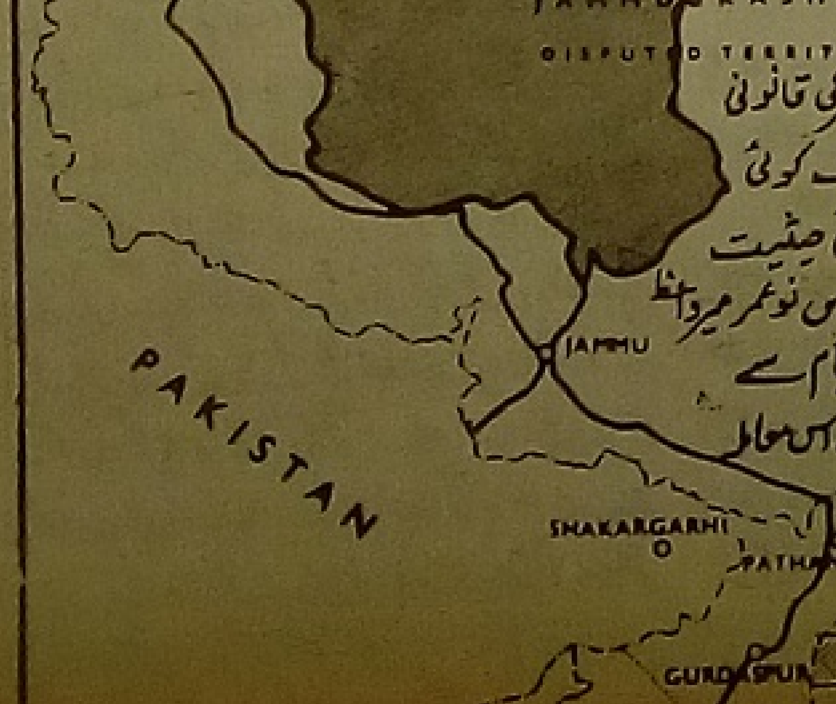
پاکستان سے باہر کشمیر کی کوئی حیثیت نہیں

موج ہے دریا میں بیرون دریا کچھ نہیں

راؤ توفیق احمد

جموں وکشمیر لبریشن فرنٹ کے چیئرمین امان اللہ خان نے ریاست جموں وکشمیر کی خود مختار عارضی حکومت کے قیام کا اعلان کیا ہے۔ جس کے لیے انہوں نے ۲۴ ارکان پر مشتمل ایک وزارتی اور مشاورتی کونسل بھی تشکیل دینے کا اعلان کیا۔ اس کونسل میں دوسرے اراکین کے علاوہ کشمیر کے مہاراجہ ہری سنگھ کے بیٹے ڈاکٹر کرن سنگھ، مقبوضہ کشمیر کی جماعت اسلامی کے امیر سید علی گیلانی اور میرواعظ عمر فاروق کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ امان اللہ خان نے کہا ہے کہ ریاست جموں وکشمیر کی آزادی وخود مختاری کے بعد ایک آئین ساز اسمبلی منتخب کی جائے گی۔ جو ریاست کو خود مختار رکھنے یا پاکستان کے ساتھ الحاق کے بارے میں فیصلے کرنے کی مجاز ہو گی۔ انہوں نے کہا کہ آزاد کشمیر حکومت کی حیثیت لوکل اتھارٹی کی سی ہے۔ جس کو خارجہ امور میں کوئی دسترس حاصل نہیں ہے۔ دریں اثنا بھارت نے کشمیر پر مذاکرات کی پاکستانی تجویز کو قبول کر لیا ہے جبکہ اس سے پیشتر وہ کشمیر کے مسئلہ پر گفتگو کرنے سے گریزاں تھا۔ کشمیر کی خود مختار عارضی حکومت کا قیام اور بھارت کی مسئلہ کشمیر پر مذاکرات کے لیے آمادگی ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں دکھائی دیتی ہیں۔

حکومت پاکستان نے مبینہ عارضی جموں وکشمیر کی حکومت کے قیام کے اعلان کو مسترد کر دیا اور وزارت خارجہ کے ترجمان نے کہا ہے کہ حکومت پاکستان، آزاد کشمیر کی حکومت کو کشمیر کی قانونی حکومت تسلیم کرتی ہے۔ اس کے خلاف کوئی اعلان یا اقدام اس کی نظر میں کوئی قانونی حیثیت نہیں رکھتا۔ سرحد کے اس پار مقبوضہ کشمیر میں نو عمر میرواعظ عمر فاروق نے بھی عارضی حکومت کے قیام سے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ان سے اس معاملہ میں کوئی مشورہ نہیں کیا گیا۔ جبکہ بھارتی حکومت نے خود مختار کشمیر کی عبوری حکومت کے قیام کے اعلان کو زیادہ اہمیت نہیں دی۔ اس کے ترجمان نے اس اعلان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ معاملہ اتنا اہم نہیں۔ مندرجہ بالا خبروں کے تناظر میں اگر مذکورہ جموں و



کشمیر کی عارضی آزاد و خود مختار حکومت کے قیام کو
دیکھا جائے تو مختلف شبہات سر اٹھاتے ہیں کیونکہ آزاد اور خود مختار بفر اسٹیٹ کشمیر کا تصور سب سے پہلے خود پنڈت جواہر لال نہرو کے ذہن میں آیا تھا جب وہ اپنی عمر کے آخری حصہ میں چین و بھارت کے سرحدی تنازع کی وجہ سے سخت دباؤ میں تھے۔ انہوں نے شیخ عبداللہ کو مری کی جیل سے رہا کیا۔ جہاں وہ پنڈت نہرو کے حکم سے ۱۳ سال سے اسیر تھے اور آزاد و خود مختار کشمیر کا آئیڈیا دے کر پاکستان بھیجا۔ اس وقت پاکستان میں صدر ایوب کی حکومت تھی۔ یہ سلسلہ جنبانی چل ہی رہا تھا کہ پنڈت نہرو چل بسے پھر ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کی مہربانی سے ۱۹۶۵ء کی جنگ ہوئی مگر پاکستان کشمیر کو حاصل نہ کر سکا۔ اس کے بعد پنڈت نہرو کے جانشینوں نے اس آئیڈیے کو ڈراپ کر دیا کیونکہ کشمیر پر بھارت کی گرفت



مضبوط ہو چکی تھی اور پاکستان نہ میدان جنگ میں اور نہ مذاکرات کی میز پر کشمیر حاصل کر سکا تھا۔

پاکستان و بھارت کی پہلی جنگ ۱۹۴۸ء میں کشمیر پر ہوئی تھی۔ اس جنگ میں پاکستان اس لحاظ سے فاتح رہا تھا کہ اس نے تقریباً آدھے کشمیر پر قبضہ کر لیا تھا اور جنگ بندی بھی بھارت کی درخواست پر ہوئی تھی۔ جب پنڈت نہرو نے اقوام متحدہ میں دہائی دی تھی اور حق خود اختیاری کی بنیاد پر استصواب رائے کے ذریعہ کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کے اصول کو بسر و چشم قبول کیا تھا۔ مگر ۱۹۶۵ء کی جنگ میں کوئی ایسی کامیابی حاصل نہیں کی جا سکی۔

۱۹۷۱ء کی تیسری پاک و بھارت جنگ کی وجہ بھی یہی کشمیر کا مسئلہ تھا جب آزاد و خود مختار کشمیر کی عارضی حکومت کا اعلان کرنے والی تنظیم جموں و کشمیر لبریشن فرنٹ کے چند کارکن بھارتی طیارہ "گنگا" اغوا کر کے لاہور ائیرپورٹ پر لے آئے تھے۔ اس کے جواب میں بھارت نے اپنی فضائی حدود پر سے پاکستانی طیاروں کی پرواز پر پابندی عائد کر دی تھی اور پاکستان کے جنگی اور مسافر بردار طیاروں کو کولمبو کا لمبا سفر طے کر کے جانا پڑتا تھا۔ اس واقعہ سے پاک و بھارت کے تعلقات میں جو کشیدگی پیدا ہوئی وہ سقوط ڈھاکہ پر جا کر ختم ہوئی اور اس وقت تک کشمیر کے لیے آدھا پاکستان ضائع ہو چکا تھا۔

ایک طویل عرصہ چین کی بنسی بجانے کے بعد بھارت کشمیر میں اسی مشکل ترین صورت حال سے دوچار ہے جس سے وہ ۱۹۴۸ء کے آخر میں اور ۱۹۶۲ء کے شروع میں دوچار تھا جب سرحدی جھڑپوں میں چین سے

> ۶۲ء میں
> چین سے سرحدی جھڑپوں میں
> ذلت آمیز شکست کھانے کے بعد
> بھارت کی گرفت کشمیر پر
> ڈھیلی پڑتی دکھائی دے رہی
> تھی کشمیر لینے کا وہ بہترین
> وقت تھا مگر اس وقت کی
> فوجی حکومت امریکی دباؤ کے
> تحت طائر خاموش بنی رہی

ذلت آمیز شکست کھانے کے بعد کشمیر پر اسے اپنی گرفت ڈھیلی پڑتی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ کشمیر لینے کا بہترین وقت تھا مگر اس وقت تو صدر ایوب کی فوجی حکومت امریکی دباؤ کے تحت طائر خاموش بنی رہی مگر جب بھارت کے سر سے وہ خطرہ ٹل گیا تو پھر ۱۹۶۵ء میں کشمیر میں چھیڑ چھاڑ شروع کی گئی جو بے سود ثابت ہوئی۔

آج جب پھر کشمیر پر بھارت کی گرفت کمزور ہو رہی ہے اور غیر ملکی خبر رساں ایجنسیوں کے مطابق مقبوضہ کشمیر میں بھارتی حکومت کا وجود صرف وہاں دکھائی دیتا ہے جہاں بھارتی فوج کا پڑاؤ ہے باقی پوری وادی آزاد ریاست کا سماں پیش کر رہی ہے تو آزاد و خود مختار کشمیر کا نعرہ لگا کر پاکستان کے کیس کو کمزور کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

تاریخی، ثقافتی، جغرافیائی اور تقسیم ہند کے وقت طے شدہ فارمولے کے تحت کشمیر پاکستان کا حصہ بنتا ہے کیونکہ یہ پاکستان سے ملحق ایک مسلم اکثریتی ریاست ہے جس کے آدھے حصہ پر نہرو نے ماؤنٹ بیٹن سے ساز باز کر کے زبردستی قبضہ کر لیا تھا۔ قائد اعظم کے ارشاد کے مطابق یہ پاکستان کی شہ رگ ہے پاکستان کے علاقوں میں بہنے والے تمام دریا کشمیر سے نکلتے ہیں۔ کشمیر کا پورا میدانی علاقہ پاکستان سے ملا ہوا ہے جبکہ کشمیر سے بھارت کو صرف ایک تنگ راستہ جاتا ہے۔ اس لئے جغرافیائی اور معروضی تقاضوں کے تحت بھی بھارت اس علاقہ پر اپنا دعوی ثابت نہیں کر سکتا۔

۱۹۷۲ء کے شملہ معاہدہ میں بھی کشمیر کو ایک متنازع مسئلہ تسلیم کیا گیا ہے جس کو حل ہونا باقی ہے۔ کشمیر میں حالیہ تحریک آزادی شروع ہونے کے بعد بھارت پاکستان سے اس مسئلہ پر گفتگو کرنے سے یہ کہہ کر منکر تھا کہ مقبوضہ کشمیر اس کا اٹوٹ انگ ہے۔ اب بھارت کا گفت و شنید پر تیار ہونا اور پاکستان کی سرزمین سے آزاد و خود مختار کشمیر کے لیے آواز اٹھنا۔ چہ معنی دارد۔

مسئلہ کشمیر پر آئندہ ماہ اگر پاک و بھارت مذاکرات شروع ہوئے جیسا کہ توقع ہے تو اس میں لازمی طور پر کشمیر کے اسٹیٹس کا سوال اٹھے گا۔ بلکہ یہ گفت و شنید کا مرکزی نکتہ ہو گا۔ آئندہ بات چیت میں یا مذاکرات کے کسی دور میں یا کشمیر کی حالیہ تحریک کی کامیابی کی صورت میں کسی مرحلہ پر اگر بھارت نے آزاد و خود مختار (بفر اسٹیٹ) کشمیر کا موقف اپنایا تو اس وقت پاکستان اپنے اس موقف "کشمیر بنے گا پاکستان" کا کس طرح دفاع کرے گا جبکہ اس کی سرزمین سے ہی آزاد و خود مختار کشمیر کا مطالبہ ہوا ہے۔

دو سال سے کچھ زیادہ عرصہ گزرا بھارت کے سابق وزیر اعظم مرارجی ڈیسائی نے اپنے ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ کشمیر میں استصواب رائے کے لیے اب بھارت بھی تیار نہیں ہو گا۔ کیونکہ یہ مسئلہ بہت نازک صورت اختیار کر گیا ہے اس معاملہ میں لوگ بہت حساس اور جذباتی ہو چکے ہیں۔ اب کشمیر کے مسئلہ کے حل کے لیے کوئی متبادل تجویز سامنے آنا چاہیئے اور یہ تجویز پاکستان کی جانب سے آئے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آزاد وخود مختار کشمیر کا مطالبہ وہی متبادل تجویز تو نہیں جس کی مانگ بھارت کے سابق وزیر اعظم نے کی تھی۔ یا جو دیگر بھارتی رہنماؤں کے ذہن میں بھی ہو سکتی ہے اور جس کی تجویز پاکستان کی سرزمین سے ایک نعرہ، مطالبہ اور عارضی حکومت کے قیام کے اعلان کی صورت میں ہندوستان کی جانب ترسیل کر دی گئی ہے یا پھر یہ بھارت کی کشمیر کے مسئلہ کو الجھا دینے کی ایک سازش ہو سکتی ہے جیسا کہ سیاسی حلقوں میں اس کے بارے میں شبہات ظاہر کیے جا رہے ہیں۔ کیونکہ آزاد وخود مختار جموں و کشمیر کی عارضی حکومت کے اعلان کشمیریوں کی باہمی رائے تقسیم ہوگی اور جب تقسیم ہوتی ہے تو اتحاد ٹوٹتا ہے اور جب اتحاد ٹوٹتا ہے تو مشترکہ جدوجہد سرد پڑ جاتی ہے یہی بھارتی حکومت چاہتی ہے۔ کہ کشمیر کی تحریک آزادی اختلاف رائے کا شکار ہو کر منتشر ہو جائے۔ تقسیم کرو اور حکومت کرو کا یہی پرانا فارمولا ہے جو اسے انگریزوں سے ورثہ میں ملا ہے۔ بھارت کو اپنے

پاکستان کی سرزمین سے ایک ایسے مطالبے کی اجازت کیسے دی گئی

جو پاکستان کے مسلمہ موقف سے متصادم ہے

اس مذموم مقصد کی تکمیل کے لیے کشمیریوں ہی میں کچھ ایسے لوگ مل گئے ہیں جو دانستہ اور غیر دانستہ طور پر ایسی حرکتوں کو سرزد کرنے کے مرتکب ہو رہے ہیں جو کشمیریوں کے نصب العین کو متنازع بنا کر ان کی مشترکہ اور متحدہ جدوجہد کو سبوتاژ کر دینے کا باعث بنیں گے۔

سیاسی حلقے اس امر پر بھی تعجب کا اظہار کر رہے ہیں کہ کشمیریوں کے اس مخصوص ٹولے کو جن میں اکثر سوشلسٹ اور لادینی نظریات کے حامل ہیں۔ پاکستان کی سرزمین سے ایک ایسے مطالبہ کی مانگ کرنے کی اجازت کیسے دی گئی جو پاکستان کے متفقہ اور مسلمہ موقف سے متصادم ہے نیز جو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی عالمی طور پر تسلیم شدہ باضابطہ قراردادوں کی نفی کرنے کے ساتھ ساتھ کشمیر کی آزادی کی منزل کو بھی بہت دور کر دے گا۔

کشمیریوں کے نام نہاد امان اللہ گروپ کو یہ سوچنا چاہیئے کہ پاکستان کی اخلاقی اور سیاسی امداد کے بغیر کشمیری بھارت سے پنجہ آزمائی نہیں کر سکتے۔ اگر پاکستان کشمیر سے ہاتھ اٹھا لیتا ہے تو پھر دنیا بھر میں اس مسئلہ کو بھارت کا داخلی معاملہ کہہ کر نظر انداز کر دیا جائے گا۔ یہ پاکستان ہی ہے جس نے اس مسئلہ کو زندہ رکھا اور آج بھی عالمی سطح پر اسے متعارف کرا رہا ہے اس لیے کہ پاکستان کشمیر کو اپنا حصہ سمجھتا ہے کشمیر اور پاکستان ایکدوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں۔ کشمیر پاکستان کے دریا کی ایک موج ہے اور

موج دریا میں ہے بیرون دریا کچھ نہیں۔

نقطۂ نظر

عابدی صاحب کو شریعت بل کی تفصیلات کا علم نہیں!

عطا محمد چشتی گولڑوی

۹ جنوری کے نوائے وقت اخبار میں جناب عابدی صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں یہ تحریر تھا کہ جو شریعت بل سینیٹ نے بالاتفاق منظور کیا تھا وہ نامعقول ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بل صرف ایک مکتبہ فکر کی نمائندگی کرتا ہے بندہ عرض کرتا ہے کہ جناب عابدی صاحب کا مضمون ذرا مبہم ہے ان کو مناسب تھا کہ وہ نشاندہی کرتے کہ شریعت بل میں فلاں چیز ایک مکتبہ فکر کی ترجمانی کرتی ہے تاکہ قارئین کو عابدی صاحب کا مقصد تفصیلی طور پر معلوم ہوتا اور اس کے ازالہ کی کوشش کی جاتی اب مبہم مقصد میں کوئی کیا امداد کرے گا۔ مثلاً کسی آدمی کو کوئی تکلیف ہے تو اگر وہ اس تکلیف کی نشاندہی کرے کہ مجھے فلاں تکلیف ہے تو ہو سکتا ہے کہ کسی صاحب کو رحم آئے اور وہ تکلیف زدہ کی امداد کرے لیکن اگر تکلیف زدہ صرف یہ کہے کہ مجھے کوئی تکلیف ہے تو اس صورت میں کوئی کیا امداد کرے گا جناب عابدی صاحب نے اپنے مقصد کو مبہم ذکر کیا ہے تو اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ عابدی صاحب کو تفصیل کا علم نہیں ہے کسی ہم مشرب دوست نے ان کو کہا ہوگا کہ شریعت بل صرف ایک مکتبہ فکر کی ترجمانی کرتا ہے آپ اس پہ احتجاج کریں اور عابدی صاحب نے مبہم احتجاج کر دیا دراصل اس احتجاج کا مناسب مقام سینیٹ اور قومی اسمبلی ہے عابدی صاحب کو مناسب تھا کہ وہ سینیٹ اور قومی اسمبلی میں یہ کام اپنے نمائندوں کے سپرد کرتے اور یہ مسئلہ اسمبلی میں اٹھایا جاتا تو ہو سکتا ہے کہ اسمبلی آئین میں ترمیم کر کے اس کو تمام مکاتب فکر کے مناسب کرنے کی کوشش کرتی لیکن یہاں یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ آج کل کا دور جمہوری دور ہے اور تمام مسائل کثرت رائے سے حل کیے جاتے ہیں غور فرمادیں پاکستان میں کئی انتخابی ادارے ہیں جو بنیادی جمہوریت سے شروع ہو کر مرکزی اسمبلی اور وزیر اعظم اور صدر مملکت کے انتخاب پر ختم ہوتے ہیں ہر جگہ پہ یہی قائدہ ہوتا ہے کہ جس صاحب نے اکثر ووٹ حاصل کیے وہ کامیاب اور جس نے تھوڑے ووٹ حاصل کیے وہ ناکام ہوتا ہے جمہوری دور میں حکومتی پارٹی ہمیشہ اکثریت میں اور اپوزیشن اقلیت میں ہوتی ہے اپوزیشن نے کبھی یہ مطالبہ نہیں کیا کہ کامیاب اس کو قرار دیا جائے جو کہ اپنے حلقہ کے تمام ووٹ حاصل کرے اور صدر اور وزیر اعظم وہ ہوگا جس کو ساری اسمبلی ووٹ دے یہ مطالبہ کہ کامیاب وہ ہوگا کہ سب ووٹر اس کو منتخب کریں اس کو ویٹو پاور کہا جاتا ہے جیسا کہ سلامتی کونسل کا طریقہ ہے کہ پانچ مستقل ارکان سے صرف ایک اکثریت کی رائے کو بے اثر کر دیتا ہے اور یہ جمہوریت کے خلاف ہے۔ جناب عابدی صاحب بعض مکتبہ فکر کو ویٹو پاور کا حق دینا چاہتے ہیں کہ پاکستان کا آئین ایسا ہونا چاہیئے کہ مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر اس کو تسلیم کریں ایک مکتبہ فکر خواہ وہ کتنا ہی اقلیت میں کیوں نہ ہو اکثریت کی رائے کو ویٹو کر سکتا ہے عابدی صاحب کا یہ کہنا کہ اقلیت صرف کفار ہوتے ہیں یہ ان کی اصطلاح تو ہو سکتی ہے لیکن بندہ اس کو تسلیم نہیں کرتا کیونکہ ہر جمہوری ملک میں اپوزیشن اقلیت میں ہوتی ہے اور اکثریت حکومتی پارٹی کی ہوتی ہے خواہ ہر دو مسلمان ہوں یا غیر مسلم غور فرمادیں بھارت میں مسلمان اقلیت میں ہیں خلاصہ یہ کہ پاکستان میں جو مکتبہ فکر اکثریت میں ہے آئین اس کی رائے اور عقیدہ کے مطابق ہوگا۔ البتہ جو مکاتب فکر آبادی کے لحاظ سے اقلیت میں ہیں ان کو تحفظ ضرور دیا جائے گا۔ اور اس پہ اقلیت کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے جیسا کہ اپوزیشن کو یہ اعتراض نہیں ہوتا کہ

باقی صہ ۵۰ پر

ایم کیو ایم نے حق نمائندگی ادا نہیں کیا

۱۹۸۵ء کے غیر جماعتی انتخابات سے جو نقصان پہنچا اس کا خمیازہ عوام ابھی تک بھگت رہے ہیں

صوبہ سندھ لا تعداد ان گنت لا تعداد مسائل کا بھی شکار ہے۔ خصوصاً شہری آبادی مسائل میں گھری ہوئی ہے اور دن بدن اس میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے بے روزگاری زوروں پر ہے صنعتیں بند ہو رہی ہیں یا پھر صنعت کار اپنی صنعتیں ملک سے نہیں تو کم از کم سندھ کے باہر روز بروز منتقل کر رہے ہیں آئے دن ہڑتالیں اور توڑ پھوڑ شہروں کی رونقیں ختم کر رہی ہیں۔ دیہی آبادی جو کہ کاروبار کے لئے بڑے شہروں کا رخ کرتی تھی وہ اب حالات کی وجہ سے مجبور ہو گئی ہے کہ اپنے علاقوں میں چھوٹے شہروں کی منڈیوں کو ترقی دیں اور ان پر انحصار کریں ان حالات نے اس وقت سے کچھ زیادہ ہی زور پکڑا ہے۔ جب سے شہروں اور دیہی آبادی نے قومیت کی بنیاد پر اپنے نمائندوں کا انتخاب کیا ہے۔

۱۹۸۵ء میں غیر جماعتی انتخابات ہوئے تو لوگوں نے روپے دولت اور برادری کی بنیاد پر الیکشن لڑا جس سے قومی جماعتوں کو نقصان پہنچا جس کا خمیازہ عوام ابھی بھگت ہی رہے تھے کہ ۱۹۸۸ء کے انتخابات خصوصاً صوبہ سندھ میں اس سے بھی زیادہ بھیانک ثابت ہوئے۔

کیونکہ سندھ میں ۱۹۸۵ء کے انتخابات کے بعد پورا صوبہ لسانیت کی نذر ہو گیا شہروں میں ایم کیو ایم اور دیہی علاقوں میں جئے سندھ نے اپنا کام تیز کر دیا اور سندھ کے عوام کو قومیت کے نام پر ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا سندھ کی شہری اور دیہی آبادی دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ ۱۹۸۸ء میں منعقد ہونے والے انتخاب میں شہروں خصوصاً حیدرآباد اور کراچی میں مکمل طور پر ایم کیو ایم کامیاب ہوئی۔ اور دیہی آبادی میں مکمل اور شہروں کے چند علاقوں سے پیپلز پارٹی کامیاب ہوئی۔ اس طرح سندھ کی شہری آبادی کی نمائندگی ایم کیو ایم کو حاصل ہو گئی اور اندرون سندھ پیپلز پارٹی سیاہ و سفید کی مالک بن گئی۔ جب انتخاب کے رزلٹ کے بعد پیپلز پارٹی اور ایم کیو ایم کے اشتراک سے مرکز اور صوبہ سندھ میں پیپلز پارٹی نے حکومت بنائی۔ صوبہ سندھ میں ایم کیو ایم کو تین وزارتیں دی گئیں۔ جس سے یہ امید پیدا ہوئی کہ اب کراچی اور حیدرآباد کے نوجوانوں کے تمام مسائل بہت جلد حل ہو جائیں گے کیونکہ یہ پہلا موقع تھا کہ کراچی اور حیدرآباد میں مکمل کامیابی حاصل کرنے

ڈاکٹر جاوید اختر

والی تنظیم حکومت میں شامل ہوئی تھی۔ اس سے پہلے ان شہروں سے جو بھی لوگ منتخب ہو کر اسمبلی میں گئے وہ ہمیشہ حزب اختلاف ہی کا کردار ادا کرتے رہے تھے اور نہ ہی کبھی اتنی بڑی تعداد میں کسی ایک جماعت کو کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ لیکن شہروں سے کامیاب ہو کر حکومت میں جانے والے وزارتیں حاصل کرنے کے باوجود بھی شہری آبادی کے مسائل حل کرنے میں کوئی مدد نہ دے سکے اور سندھ کے شہری آبادی کے مسائل پہلے سے بھی زیادہ الجھ گئے۔

> ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے نتیجہ میں منتخب ہونے والی صوبائی اسمبلی میں حزب اختلاف نے شہری آبادی کے حقوق کے لئے بھرپور جدوجہد کی

پھر ایک ایم کیو ایم اور پیپلز پارٹی کا اتحاد ختم ہو گیا اور ایم کیو ایم حزب اختلاف کی سیٹوں پر بیٹھ گئی اور سندھ کی تاریخ میں اس سے پہلے کسی دور میں بھی اتنی بڑی تعداد میں حزب اختلاف کے اراکین نہیں رہے۔

موجودہ حزب اختلاف تعداد کے لحاظ سے مضبوط ترین حزب اختلاف ہے جس میں شہری آبادی سے کامیاب ہونے والے ایم کیو ایم کے ۲۶ اراکین جئے سندھ کا ایک اور آئی جے آئی کا ایک رکن شامل ہے۔

۱۹۷۰ء کے انتخاب کے بعد منتخب ہونے والی اسمبلی میں حزب اختلاف کے اراکین کی تعداد صرف ۱۳ تھی۔ جس میں جمیعت علماء پاکستان، جماعت اسلامی، مسلم لیگ شامل تھی لیکن اس دور کی حزب اختلاف نے اسمبلی کے اندر رہ کر شہری آبادی کی نمائندگی کرتے ہوئے اس دور کی پیپلز پارٹی کی مضبوط حکومت کا ہر سطح پر مقابلہ کیا اور شہری آبادی کے حقوق کے لئے بھرپور جدوجہد کی اور شہری آبادی کے مسائل حل کروانے میں کافی مددگار ثابت ہوئے۔

کیونکہ ۱۹۷۰ء میں منتخب ہونے والے اراکین کا تعلق قومی جماعتوں سے تھا کم تعداد ہونے کے باوجود بھی وہ مقابلہ کرتے رہے۔ لیکن ۱۹۸۸ء میں کیونکہ شہری اور دیہی آبادی نے لسانیت اور قومیت کے نام پر اپنے نمائندے منتخب کئے اور قومی جماعتیں محدود ہو کر رہ گئیں۔

اب صورت حال یہ ہے کہ ۸ ماہ سے شہری آبادی کے نمائندے اکثر و بیشتر اسمبلی کے اجلاسوں سے بائیکاٹ کرتے رہتے ہیں لیکن اب تو مستقل کئی ماہ سے کئی اجلاسوں کا مکمل بائیکاٹ کئے ہوئے ہیں آج کل سندھ اسمبلی میں بجٹ پر بحث ہو رہی ہے لیکن اس میں حصہ لینے

لیے حزب اختلاف کا اسمبلی میں ہونا بہت ضروری ہے لیکن سندھ کی مضبوط ترین حزب اختلاف اسمبلی کا بائیکاٹ کر کے سندھ کی شہری آبادی کی نمائندگی کا حق ادا کرنے اور ان کے مسائل کے حل کی بجائے شہری آبادی کے مسائل میں اضافے کا سبب بن رہی ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ایم کیو ایم کے ٹکٹ پر منتخب ہو کر اسمبلی میں آنے والے نمائندے اسمبلی کے اندر رہ کر شہری علاقوں کی نمائندگی کا حق ادا کرتے اور شہری آبادی کو اس کا حق لے کر دیتے تو وہ کارآمد ثابت ہوتے مگر ایم کیو ایم نے غیر نمائندہ کردار ادا کر کے نمائندگی کے حق کو مکمل طور پر مشکوک بنا دیا ہے۔

شہری آبادی کی نمائندگی کرنے والے ارکان کا فرض تھا کہ وہ بجٹ اجلاس میں شامل ہو کر شہری آبادی کی نمائندگی اور ان کے مفادات کا حق ادا کرتے لیکن حزب اختلاف کے ارکان نے مسلسل اسمبلی کی کارروائیوں کا بائیکاٹ کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ انہیں عوامی امور اور مسائل سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

کیونکہ کراچی حزب اختلاف کا مرکز ہے اور اسمبلی اجلاس بھی کراچی میں ہی ہو رہا ہے اس لئے معلوم نہیں کہ ان افراد کو کس سے خطرہ ہے اسمبلی سے باہر ہے کہ حزب اختلاف یہ جواز پیش کرتی ہے کہ ان کو گرفتاریوں کا خطرہ ہے اور ان کے لوگوں کی ناجائز گرفتاریاں کی جا رہی ہیں اس لئے ان کو چاہیے کہ اسمبلی کے اجلاس کا بائیکاٹ کرنے کے بجائے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائیں اور اپنے حق ہی کا ثبوت فراہم کریں اور دوسری طرف اسمبلی اجلاس میں شامل ہو کر وہ اپنے اوپر ہونے والے مظالم کی نشاندہی کر سکتے ہیں اگر ایم کیو ایم نے موجودہ بجٹ اجلاس کا بائیکاٹ جاری رکھا تو اس سے ان لوگوں کو جن کی وہ نمائندگی کرتے ہیں نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے۔ اور پیپلز پارٹی کو اپنی من مانی کرنے کا موقع ملتا ہے۔

دوسری طرف ایم کیو ایم نے جو شرائط پیش کی ہیں کہ ان کے اراکین کو گرفتار نہ کرنے کا معاہدہ کیا جائے تو اسمبلی اجلاس میں شرکت کر سکتے ہیں اگر اسمبلی اراکین قتل و دیگر مقدمات میں ملوث نہیں ہیں تو ان کو اس بات سے نہیں ڈرنا چاہیے کہ وہ گرفتار ہو جائیں گے۔ ایم کیو ایم کو اپنے افراد کے خلاف کارروائی میں انتظامیہ اور پولیس کی مدد کرنی چاہیے۔ جو سندھ کے امن کو تباہ کر رہے ہیں اور حکومت کو بھی کسی طرح تاخیر نہیں کرنا چاہیے کہ ان تمام لوگوں کے خلاف کارروائی کرے خواہ ان کا تعلق

باقی صفحہ ۵۰ پر

نہیں معلوم خواب کیا تھا اور حقیقت کیا تھی

صوفی محمد خالد اقبال

گذشتہ دنوں وزیر اعلیٰ پنجاب اور شرافت کی سیاست کرنے والے میاں نواز شریف نے پولیس افسران سے خصوصی خطاب کیا کہ جو بھی گھنٹوں تک تمام دہشت گردوں اور تخریب کار عناصر کو زندہ یا مردہ ہر حالت میں گرفتار کیا جائے اور کسی بھی مجرم کی گرفتاری کے لئے بیرونی پارٹی، کسی رشتہ داری یا سفارش کو قبول نہ کیا جائے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب کے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ایس پی گجرات مرزا شمس الحسن نے مجرموں کے خلاف فوری کارروائی کا آغاز کیا اور اسی سلسلہ میں ایک مشہور [illegible] کا ایک ساتھی گرفتار کیا تو انہوں نے اپنے [illegible] حاجی حسین شاہ کی نشاندہی کی۔ [illegible] حسین شاہ [illegible] ۲۳ [illegible]

[illegible]

اور کہا کہ یہ [illegible] ہے [illegible] حسین شاہ کی [illegible] کو اس [illegible] شرکت کے [illegible] کے لئے بہت [illegible]

[illegible] گجرات [illegible]

شہر کے عوام نے [illegible] عمل کا اظہار کیا اور ایس پی کے تبادلے کو [illegible] ایس پی نے [illegible] کر دی [illegible] بلکہ [illegible] ایس پی کے تبادلے کی مذمت کی اور کہا ایس پی کے تبادلے سے علاقہ والوں کے حوصلے پست ہو گئے ہیں۔

پہلے روز روزنامہ "جنگ" لاہور کی خبر تھی کہ پولیس نے ایس پی کے تبادلے کے خلاف ہڑتال کر دی۔

دوسرے دن روزنامہ "نوائے وقت" کی خبر گجرات میں پولیس ہڑتال نہیں ہوئی۔ (روزنامہ [illegible])

تیسرے دن آئی جی پنجاب کا گجرات کے صحافیوں کے حوالے سے بیان اخبار میں شائع ہوا۔ گجرات پولیس نے [illegible] ہڑتال کی ہے۔

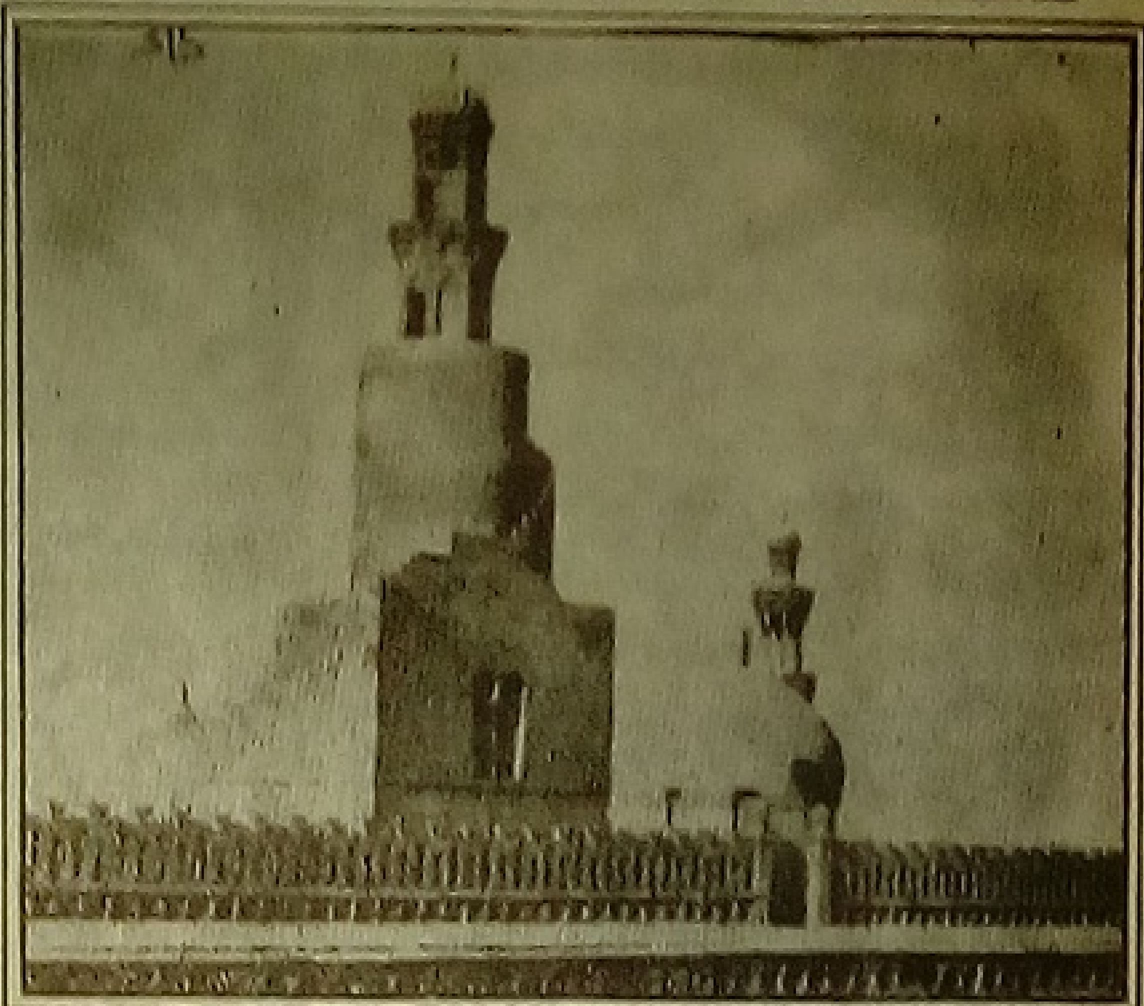
اب میں سر پر ہاتھ رکھے بیٹھا سوچ رہا ہوں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نواز شریف کا حکم کہ مجرمان کو گرفتار کرو "زندہ یا مردہ ہر حالت میں"۔

پھر خیال آتا ہے کہ شاید وہ چھوٹے چوروں اور ڈاکوؤں کو پکڑنا ہے۔ جب کہ ان کے سرپرست پوری شان و شوکت کے ساتھ موجود ہیں۔

مجھے نہیں معلوم خواب کیا تھا حقیقت کیا ہے

صوفی محمد خالد اقبال
(صدر جمعیت علماء پاکستان
(جنگ) گجرات)

مسجدوں کا شہر
قاہرہ



عبدالعلیم قمیر

مصر کا دورہ کرنے والے مصر کی سرزمین پر پھیلی ہوئی اسلامی یادگاروں کی صدیاں پرانی کہانی سن کر اس کی تہذیب کو غیر معمولی خیال کرتے ہیں نیل کے کناروں پر پھلنے پھولنے والی تین ہزار سال قبل مسیح کی مصری تہذیب اپنی تعمیراتی عظمتوں کو چھوڑ رہی ہے یہ بات درست ہے کہ اس کی ترقی تاریخی یونان اور رومن حملہ آوروں کی وجہ سے کچھ عرصہ کے لئے مزدور متاثر ہوئی لیکن ساتویں صدی کے آغاز میں ایک مسلمان حکمران عمرابن العاص نے الفسطات نامی پہلا دارالخلافہ تعمیر کروایا جو اسلامی تہذیب کا مرکز تھا تاہم مصر کے تمام حکمرانوں نے بھی اس کی طرف توجہ کی۔

مسجد عمرابن العاص

مصر میں تعمیر ہونے والی یہ پہلی مسجد ہے یہ بے بیلون قلعہ کے شمال میں ۶۴۲ء (۲۱ ہجری) میں تعمیر کی گئی اس کے ستون اصل میں زیتون کی لکڑی کے بنائے گئے تھے۔ اور چھت زیتون کے درخت کے پتوں کی بھی اس میں مختلف ادوار میں مختلف تبدیلیاں کی جاتی رہیں آج کل یہ مسجد ایک وسیع صحن پر مشتمل ہے جسے چار گیلریوں نے گھیر ہوا ہے سنگ مرمر کا استعمال بھی ہوا ہے۔

مسجد ابن طولون

یہ مسجد الامیر ابن طولون کے دور میں ۸۷۹ عیسوی میں تعمیر ہوئی اس کا شمار مصر کی کشادہ ترین اور قدیم ترین مسجدوں میں ہوتا ہے آج کل یہ اپنے مخصوص فن تعمیر میں موجود سادگی کی حامل یہ مسجد ایک کھلے صحن اور درمیان میں وضو خانہ جسے چار گیلریوں نے گھیر ہوا ہے پر مشتمل ہے اس کی تین اطراف کو اب مزید کشادہ کر دیا گیا ہے عراق کی مشہور مسجد سامرا کی طرح اس میں سرخ اینٹیں استعمال کی گئی ہیں مسجد کی دیواروں میں ۱۲۸ مختلف طرز کی کھڑکیاں ہیں یہاں کا منبر لکڑی کا بنا ہوا ہے جو مملوک دور سے چلا آ رہا ہے اسلامی آرٹ میں یہ مسجد ایک شاہکار کی حیثیت سے جانی جاتی ہے اس کے موجودہ مینار ۱۲۹۶ء میں سلطان المنصوری نے بنوائے ان میناروں کے گرد سیڑھیاں اوپر چڑھائی گئی ہیں۔

مسجد الازہر

یہ مسجد دسویں صدی کی تعمیرات والے علاقے کے وسط میں جادہ الازہر ہے اس مسجد کا نام حضور اکرمؐ کی صاحبزادی فاطمہ الزہراؓ کے نام کی مناسبت پر رکھا گیا اس کی تعمیر (۳۶۱ھ) بمطابق ۹۷۲ء میں ہوئی مسجد کے ساتھ ساتھ اسکول کے طور پر بھی مستعمل رہی اور اس کی کشادگی کا عمل کئی بار وقوع پذیر ہوا لیکن اس کی اصلی حالت کو برقرار رکھا گیا الازہر کا شمار اسلامی دنیا کی قدیم ترین جامعات میں ہوتا ہے اس میں پہلا لیکچر ۹۷۵ء میں دیا گیا

مسجد الحکیم

یہ مسجد ۹۹۰ء میں مصر کے دوسرے فاطمی خلیفہ العزیز کے دور میں تعمیر ہوئی تعمیر کے وقت یہ مسجد قاہرہ کی بیرونی دیواروں کے باہر واقع تھی مگر بعد میں اسے قاہرہ کی حدود کے اندر لے لیا گیا ۱۳۰۲ء میں ایک زلزلہ آیا جس نے اس مسجد کو بھی نقصان پہنچایا۔ ضروری مرمت کا کام ایک حکمران امیر نے کروایا اور اس مسجد کو سائنس سے متعلق علوم کی تدریس کے لئے وقف کر دیا گیا۔

مسجد قالون

سلطان المنصور قالون نے اسے ۱۲۸۵ء (۶۸۴ھ) میں تعمیر کیا اس مسجد میں ایک اسکول ہسپتال اور مکتب بھی شامل ہے۔ یہاں مختلف طرز کی عمارات کا ہجوم بڑا متاثر کن ہے یہ قاہرہ کے صرافہ بازار میں ہے۔

مسجد سلطان حسن

یہ مسجد سٹیاڈل روڈ اور صلاح الدین چورستہ کے سنگم پر واقع ہے یہ علاقہ سیاح حضرات کو اپنی طرف کئی خوبصورت تعمیرات کی وجہ سے کھینچ لاتا ہے سلطان ابن محمد کے حکم پر اسے تعمیر کیا گیا تھا اس مسجد میں بھی مکتب

عجائب گھر میں تمام مسلم ملکوں کی اشیاء محفوظ ہیں

کی سہولت بہم پہنچائی گئی ۱۳۵۶ء میں تعمیر ہونے والی اس مسجد میں چار ہال سمیت ایک وسیع صحن ہے چاروں طرف چار مکتبوں کی عمارتیں ہیں جنوبی ہال کی دیواریں خط کوفی سے منقش کی گئی ہیں دو دروازے ایک گنبد تک جانے کی راہ فراہم کرتے ہیں وہاں دو مینار ہیں جن میں سے دائیں طرف والے مینار کی بلندی ۸۱٫۶۰ میٹر ہے۔

مسجد المعید

باب زویلہ سے ملحقہ یہ مسجد ۱۴۲۰ء میں مملوک المعید نے اس جگہ تعمیر کروائی جب وہاں کسی وقت قید میں تھا وہاں عہد کیا کہ اگر موقع ملا تو وہ اس جگہ پر مسجد بنوائے گا پس جب مصر کے سلطان بنے تو انہوں نے اپنا عہد پورا کیا اور اس قید خانے کی جگہ پر یہ مسجد کھڑی کی۔

مسجد محمد علی

اس مسجد کی تعمیر ۱۸۳ء میں صلاح الدین کے عہد میں ہوئی مسجد کا ایک مربع شکل کا ہال برائے ادائیگی نماز ہے جسے چار مضبوط بنیادوں سے بنے چار گنبدوں نے گھیر رکھا ہے شمالی اطراف کی دیواروں پر دو پتلے مینار ہیں جن کی بلندی ۸۲ میٹر ہے مسجد کے مغرب میں درمیان میں وضو خانہ ہے اس مسجد سے قاہرہ کا دلآویز نظارہ، دریائے نیل اور اہرام غزہ کا نظارہ کیا جاسکتا ہے مشرقی دیوار میں ایک ٹاور پر ایک گھڑیال ہے جسے فرانس کے

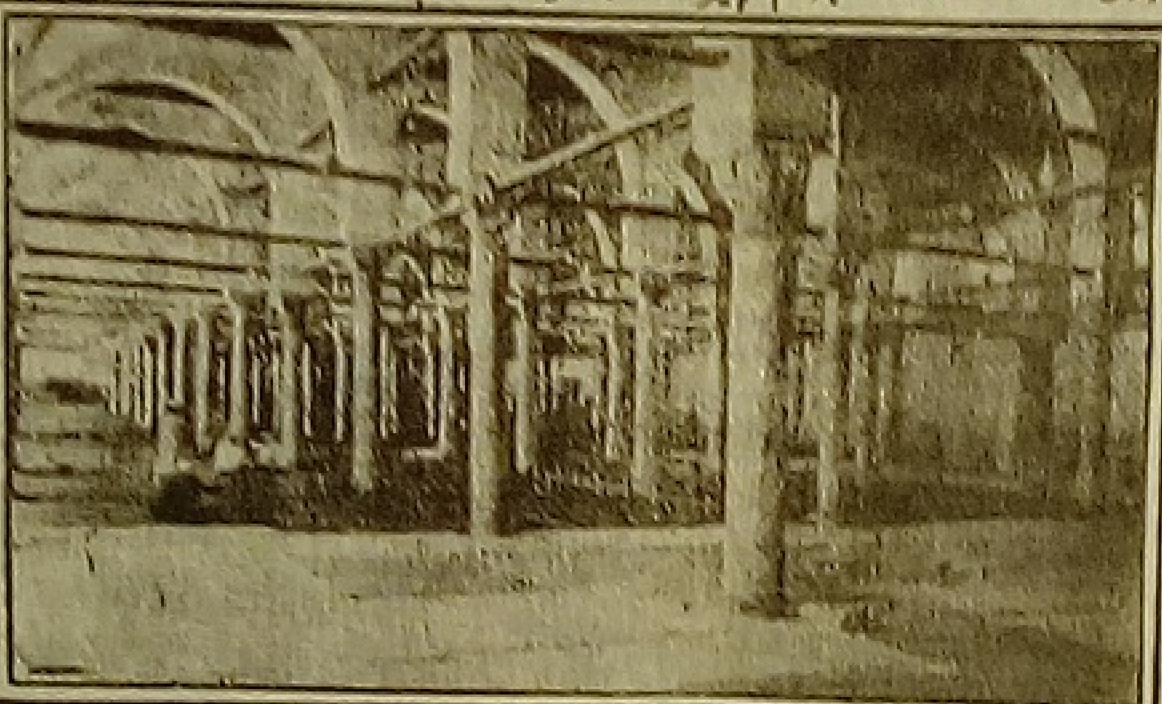
بادشاہ فلپ نے بطور تحفہ بھیجا اس مسجد میں سنگ مرمر کا استعمال اتنا زیادہ ہے کہ اسے مرمریں مسجد بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی کئی ایک عظیم الشان مساجد قاہرہ کے شہر میں سر بلند کئے کھڑی ہیں جن میں الامام الحسین مسجد السیدہ زینب مسجد الرفاعی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

قاہرہ شہر کو چاروں طرف سے دیواروں نے گھیر رکھا ہے انہیں سب سے پہلے ۹۶۸ء میں ایک حکمران کاتب الصقلی نے تعمیر کروایا تھا بعد میں بدر الجمالی کے دور (۱۰۸۷ء) میں انہیں مزید پختہ بنایا گیا ان دیواروں میں کئی دروازے تھے مگر اب صرف دو دروازوں کے نشان ملتے ہیں۔

خان الخلیلی بازار قاہرہ کا خوبصورت اور پر رونق بازار ہے جہاں چاندی تانبے، لکڑی اور چمڑے کی بنی ہوئی مصنوعات کے علاوہ ہر قسم کی چیزیں مل جاتی ہیں

قاہرہ ہی کے احمد ماہر چوک پر اسلامی فن کا عجائب گھر اسلامی فن پاروں سے بھرا ہوا ہے اسلامی ادوار کی متعدد اور بیش قیمتی اشیاء کا نادر خزانہ اس عجائب گھر کا درجہ رکھتا ہے لگایا جاسکتا ہے جو سیاحت کے لئے آنے والوں کے لئے ہر روز کھلتا ہے۔

منیال محل عجائب گھر.... یہ عجائب گھر منیال کے علاقے میں ہے جہاں سے دریائے نیل کا نظارہ ممکن ہے یہ پہلے اس عجائب گھر کی عمارت ایک شہزادے کی ملکیت تھی اس عجائب گھر میں ایرانی مراکشی اور ترکی طرز کے برتن، قیمتی زیورات، قالین اور ہاتھ سے لکھے ہوئے نسخے بطور نمائش رکھے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی پورا مصر مختلف النوع اسلامی عہد کی عمارات کا امین ہے۔ (بشکریہ، نوائے وقت)



ایک مسجد کا اندرونی منظر

بقیہ: منوڑہ کا روشن مینار

موجودہ مینارہ سے قبل بھی یہاں ایک روشنی کا مینارہ موجود تھا لیکن اس کے قریب ہی ایک توپ بھی نصب تھی ایک اور توپ خانہ صرف ۴۱ گز کے فاصلے پر تھا اور اندیشہ یہ تھا کہ توپ کے دھماکہ سے مینارہ کا چراغ خراب نہ ہو جائے گا اس لئے نیا مینارہ پچھلے روشنی کے مینار سے پانچ سو گز کے فاصلہ پر تعمیر کیا گیا روشنی اور چراغ بنانے والی کمپنی نے یہ بھی مشورہ دیا کہ ٹھہری ہوئی روشنی کے بجائے ایک گھومتی ہوئی روشنی زیادہ مناسب رہے گی۔

منوڑہ کے روشنی کے مینارہ پر جو چراغ لگا ہے اس کی روشنی کا عکس شیشوں کی مدد سے بڑھایا گیا ہے اس سے اس کی روشنی زیادہ دور تک پہنچتی ہے۔ اس روشنی کے مینار کی تعمیر پر جس میں دفتر اور رہائشی بنگلے، صفائی کے عملے کے کوارٹر وغیرہ بھی شامل ہیں اس وقت صرف ایک لاکھ چھ ہزار روپیہ خرچ آیا تھا۔ ذرا غور کریں کہ اگر آج کل ایسا ہی روشنی کا مینارہ تعمیر کرنا ہو تو کیا خرچ آئیگا۔

مینار کی تعمیر کے لئے کچھ پتھر بلوچستان کی کان سے اور کچھ کراچی کے قریب ہی پہاڑی علاقہ کی کانوں سے نکالا گیا تھا ۱۸۹۲ء میں اس کے عملہ پر دو ہزار نو سو اسی روپیہ اور دیکھ بھال پر ایک ہزار چھ سو تیس روپے خرچ ہوئے۔ ایک ہزار نو سو چھیاسی گیلن تیل صرف ہوا اور اس کی قیمت ایک ہزار نو سو چھپن روپے تھی۔

منوڑہ کے روشنی کے مینارہ کو تاریخی اہمیت حاصل ہے حکومت کی منظوری کے بغیر نہ اسے مسمار کیا جاسکتا ہے اور نہ اس میں کوئی نمایاں تبدیلی کی جاسکتی ہے۔ اور یہ مینارہ کراچی کی بندرگاہ کی شان ہے۔

بقیہ: ایران

آتے ہیں لیکن مصیبت کی اس گھڑی میں عالمی برادری کی جانب سے جو ایران کو مسلسل امداد کی پیشکش کی جارہی ہے اسے دیکھتے ہوئے ایران کے انتہا پسند ملاؤں کو اب یہ یقین ہوجانا چاہئے کہ تمام کی تمام دنیا ایران کی دشمن نہیں ہے، محبت فاتح عالم ہے وہ ذرا عراق کا امن و محبت کے بڑھتے ہوئے ہاتھ کو تھام کر تو دیکھیں۔

ضروری اعلان

'احوال' کا آئندہ شمارہ "حج ایڈیشن" جو زائد صفحات پر مشتمل ہوگا جس کی قیمت ۸ روپیہ ہوگا۔ قارئین کرام اور ایجنٹ حضرات نوٹ فرمالیں۔

(ادارہ)

دہشت گردی حکومتوں کیلئے دردِ سری بنی ہوئی ہے

تحریر: حامد میر

اس وقت دنیا کے مختلف ممالک میں سیاسی و غیر سیاسی بنیادوں پر مسلح کارروائیاں کرنے والے بہت سے گروہ اور تنظیمیں سرگرم ہیں، مسلح کارروائیاں عام طور پر بموں کے دھماکوں، سفارتخانوں پر قبضے، اہم شخصیات اور طیاروں کے اغوا کے علاوہ چھاپہ مار جنگ پر مشتمل ہوتی ہیں اور دہشت گردی بہت سے ملکوں کے لئے دردِ سری ہوئی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق اس وقت دنیا بھر میں مسلح کارروائیاں کرنے والے گوریلوں پر مشتمل ۵۲ تنظیمیں سرگرم ہیں۔ ان میں سے اکثر تنظیمیں ایسی ہیں جو عوام کے نام پر عوام کا خون بہاتی ہیں یا دولت اور مفادات کے حصول کیلئے تشدد آمیز کارروائیاں کرتی ہیں ایسی تنظیمیں دہشت گرد کہلاتی ہیں جبکہ جو تنظیمیں عوام کے نام پر عوام کے ذریعے عوام کے دشمنوں سے برسرپیکار ہیں ایسی تنظیمیں حریت پسند کہلاتی ہیں۔

ظالم حکمران عوام کے سیاسی خیالات کو دبانے کیلئے تشدد اور طاقت استعمال کرتے ہیں ہندوستان میں انگریز سرکار نے جلیانوالہ باغ میں فائرنگ کر کے لاتعداد افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور ریاستی دہشت گردی کی مثال قائم کی۔

پہلی گوریلا تنظیم

دہشت گردی پر تحقیق کرنے والے اس امر پر متفق ہیں کہ سیاسی مقاصد کیلئے تشدد کا راستہ اختیار کرنے والی پہلی منظم اور کامیاب تنظیم چین میں ماؤزے تنگ نے قائم کی جسکا نام پیپلز آرمی تھا، ماؤزے تنگ نے "پیپلز وار" یعنی عوامی جنگ کا تصور پیش کیا جس کے مطابق عوام کی جنگ عوام کے ذریعہ لڑی جانی چاہئے، ماؤ نے پیپلز آرمی کے ذریعے معاشی مقاصد کے حصول میں کامیابی حاصل کی۔ چین کے علاوہ بہت سے دیگر ممالک میں بھی ریاستی دہشت گردی کا جواب دہشت گردی کے ساتھ دینے کا عمل جاری رہا لیکن اس سلسلے میں تربیت یافتہ گوریلوں پر مشتمل تنظیم سازی کی روایت موجود نہ تھی۔ ۱۹۶۰ء میں یورپ کے مختلف ممالک میں طلبہ تحریکیں شروع ہوئیں، ان طلبہ تحریکوں کے ذریعے سماجی تبدیلیوں اور مزید آزادیوں کا مطالبہ کیا گیا مگر جب ان تحریکوں نے ناکام ہونا شروع کر دیا تو طلبہ و طالبات نے مختلف گروپوں کی صورت میں دہشت گردی شروع کر دی لیکن باقاعدہ دہشت گردی کا آغاز ۶۰ء کے عشرے کے آخری حصے میں ہوا۔ لاطینی امریکہ کے ممالک یوراگوئے، برازیل اور ارجنٹائن میں بائیں بازو کی دہشت گرد تنظیموں نے امریکہ نواز حکومتوں کیخلاف کارروائیاں شروع کر دیں، یوراگوئے میں "ٹوپا ماروز" نامی چھاپہ مار گروپ نے شہرت حاصل کی، برازیل میں "کارلوس ماریگیلا" نامی گروپ سرگرم تھا، جبکہ ارجنٹائن میں "مونٹونیروس" اور "پیپلز ریولوشنری آرمی" نامی گوریلا گروپوں نے کام شروع کیا۔ لاطینی امریکہ کے ممالک میں جن لوگوں نے دہشت گردی کی داغ بیل ڈالی ان میں سے اکثر عوام میں سیاسی کام کر چکے تھے لیکن انہیں مجبوراً زیرِ زمین سرگرمیاں شروع کرنی پڑیں ان کی جدوجہد کا مقصد معاشی اور سماجی جبر سے نجات حاصل کرنے کے لئے تھی۔ لاطینی امریکہ کی یہ دہشت گرد تنظیمیں شروع شروع میں کوشش کرتی رہیں کہ وہ خونریزی میں ملوث نہ ہوں لیکن اپنے دفاع میں ہتھیار اٹھانے کی وجہ سے انہیں خونریزی سے نزدیک کیا، بعد ازاں بائیں بازو کی دہشت گرد تنظیموں کے ساتھ دائیں بازو کی دہشت گرد تنظیمیں بھی قائم ہونے لگیں، اسپین میں گراپو اور ای ٹی اے، آئرلینڈ میں آئرش ریپبلکن آرمی، اٹلی میں اٹالین ریڈ بریگیڈ، یونان میں نومبر 17، فرانس میں فرنچ ڈائریکٹ ایکشن، جرمنی میں مومنٹ ٹو جون، ترکی میں پیپلز لبریشن آرمی، ایتھوپیا میں اریٹیرین لبریشن فرنٹ، امریکہ میں ویدر مین، جاپان میں جاپانی ریڈ آرمی، تھائی لینڈ میں پاٹانی لبریشن فرنٹ، الجیریا میں ایف ایل این اور فلپائن میں مینڈاناؤ کے مسلمانوں کی تحریکِ مزاحمت قائم ہوئی، فرانس اور برطانوی کینیڈا کے باشندوں کے درمیان لسانی جھگڑے کے باعث فرنٹ ڈی لبریشن ڈو کیوبک بنی، سری لنکا میں تامل اور سنہالی اکثریت کے درمیان جھگڑے کے باعث لبریشن ٹائیگرز آف تامل ایلام قائم ہوئی، سری لنکا میں کمیونسٹ چھاپہ ماروں کی تنظیم جے وی پی اور مسلمانوں کی "الجہاد" بھی کافی سرگرم ہے۔

> ماؤزے تنگ نے "پیپلز وار" یعنی عوامی جنگ کا تصور پیش کیا

فینن کہتا ہے کہ یورپ کی ترقی اور دولت کی بنیاد غلامی پر ہے!

فلسطینیوں نے متعدد اہم تنظیمیں بنائیں، تنظیم آزادی فلسطین، پاپولر فرنٹ فار دی لبریشن آف فلسطین اور بلیک ستمبر آرگنائزیشن ان میں اہم ہیں ساتھ ہی ساتھ مشرقی پاکستان میں مکتی باہنی کے علیحدگی پسند چھاپہ ماروں کی تنظیم بھی سرگرم ہوئی اور جموں وکشمیر میں لبریشن فرنٹ قائم ہوا پاکستان میں الذوالفقار بنی جنوبی کوریا میں طلبہ تحریکوں نے دہشت گردی کا راستہ اپنانا شروع کردیا نیز بھارت کے مختلف صوبوں میں کمیونسٹ اور علیحدگی پسند چھاپہ مار تنظیمیں سرگرم ہوئیں جن میں سکھوں کی خالصتان لبریشن آرمی سرفہرست ہے افغان گوریلوں کی پندرہ کے قریب تنظیموں کے تعارف کی ضرورت نہیں ہے۔

افتادگان خاک

یہ حقیقت بڑی دلچسپی اور حیرت کا باعث ہے کہ دنیا کے اکثر حصوں میں مسلح مزاحمتی تحریکیں فرانسیسی دانشور فرانز فنین کے نظریات سے متاثر رہی ہیں۔ اسکی ایک کتاب سب سے پہلے ۱۹۶۱ء میں فرانسیسی میں شائع ہوئی بعدازاں اکثر زبانوں میں اس کا ترجمہ ہوا پاکستان میں یہ کتاب "افتادگان خاک" کے نام سے شائع ہو چکی ہے، ایک امریکی مصنف ارنسٹ ایوانز نے وو کالنگ اے ٹریس ٹو ٹیرر" میں لکھا ہے کہ فرنٹ ڈی لبریشن ڈوکیوبیک کا ہر رکن افتادگان خاک کا مطالعہ کرتا ہے اسی طرح جب یوراگوئے میں امریکی سفیر جیفری جیکسن کو ٹوپا ماروز نے اغوا کیا تو رہائی کے بعد مسٹر جیفری نے بتایا کہ میں نے دہشت گردوں کے پاس فرانز فنین کی کتاب دیکھی ایک اور اسرائیلی محقق جنرل وائی یارکابی کا کہنا ہے کہ فلسطینی گوریلوں کو فرانز فنین کی کتاب کے اقتباسات پر مشتمل پمفلٹ پڑھنے کیلئے دیئے جاتے ہیں ارنسٹ ایوانز نے لکھا ہے کہ انگولا نیشنل فرنٹ کا بانی ہولڈن رابرٹو فنین کا پیروکار تھا جب گوئٹے مالا کے ایک چھاپہ مار گروپ نے امریکی اٹارنی سین ہولی کو اغوا کیا تو رہائی کے بعد اس نے بتایا کہ دہشت گردوں کے پاس فنین کی کتاب تھی جس میں چے گویرا کا تبصرہ بھی شامل تھا، فرانز فنین کی کتاب کو ویت نام کے گوریلے ہوچی منہ کی تحریروں کے ساتھ مزید پڑھتے تھے فرانز فنین کی کتاب افتادگان خاک کا دیباچہ ژاں پال سارتر کا تحریر کردہ ہے، سارتر نے اپنے دیباچے میں مظلوم اور ستم زدہ لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ فنین کو پڑھیں کیونکہ فنین نے واضح کیا ہے کہ تشدد صرف غیظ وغضب اور وحشی جبلتوں کا اظہار نہیں ہے اور نہ صرف احتجاج ہے بلکہ یہ وہ عمل ہے جس کے ذریعے انسان خود کو تخلیق کررہا ہے، تشدد کے زخموں کا علاج اخلاق کے اظہار سے ممکن نہیں ہے بلکہ ان زخموں کو بھی تشدد ہی مندمل کرسکتا ہے، سارتر لکھتا ہے کہ باغی کا ہتھیار اسکی زندگی کی ضمانت ہے، افتادگان خاک میں فرانز فنین نے لکھا ہے کہ استعمار کی شکست صرف تشدد کے عمل سے ممکن ہے استعمار کی شکست ایک ایسی حقیقت ہے جس کے تصور سے بدن کو چیرتی ہوئی گولیاں اور خون آلود چھریاں سامنے آتی ہیں اسلئے کہ اگر آخر کو اول ہونا ہے

کراچی اور حیدرآباد کے فسادات جمہوریت کو نقصان پہنچانے کی سازش تھے!

تو دونوں حریفوں کے درمیان خون آشام اور فیصلہ کن کشمکش ضروری ہے فنین کہتا ہے کہ آمر حاکموں کی طرف سے عوام کو کچلنے اور دبانے کی کارروائیاں قومی شعور کے فروغ کے لیے مددگار ثابت ہوتی ہیں سرکار کی طرف سے قتل عام شعور کو اور بیدار کرتا ہے اس لئے کہ مقبرے اور قبریں اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ ظالم ومظلوم کے درمیان ہر بات کا فیصلہ صرف وقت سے ممکن ہے، فنین کہتا ہے کہ یورپ کی ترقی اور دولت کی بنیاد غلامی پر ہے یہ غلاموں کے خون سے پلی بڑھی ہے اور پسماندہ دنیا کی زمین سے اٹھی کی گئی ہے یورپ کی خوشحالی اور ترقی میں نیگرو عرب، ہندوستانیوں اور زرد فام باشندوں کا پسینہ اور خون شامل ہے۔

دہشت گردوں کی سرگرمیاں

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ دہشت گردوں کی سرگرمیاں ۶۰ء کی دہائی کے آخری حصے میں زور پکڑنے لگیں ۱۹۶۸ء میں دہشت گردوں کی بڑی بڑی کارروائیاں ۱۱۱ تھیں ۱۹۶۹ء میں ۱۶۶، ۱۹۷۰ء میں ۲۸۲، ۱۹۷۱ء میں ۳۲۶، ۱۹۷۲ء میں ۲۶۹، ۱۹۷۳ء میں ۲۷۵، ۱۹۷۴ء میں ۳۸۲، ۱۹۷۵ء میں ۲۹۷، ۱۹۷۶ء میں ۴۱۳، ۱۹۷۷ء میں ۲۷۷ اور ۱۹۷۸ء میں ۲۵۳ تھیں ۱۹۷۹ء میں اچانک دنیا بھر میں دہشت گردی کی وارداتوں میں اضافہ ہوگیا، ۱۹۸۳ء تک حیرت انگیز طور پر دہشت گردی کی سالانہ وارداتیں ۵۰۰ تک پہنچ گئیں اور امریکی ذرائع ابلاغ کا دعویٰ تھا کہ اس سال ۵۰۰ میں سے ۲۰۰ وارداتیں انکے خلاف ہوئی ہیں ۱۹۸۴ء میں یہ وارداتیں ۶۰۰ ہوگئیں ۱۹۸۵ء میں ان کی تعداد ۸۱۲ تھی، ۱۹۸۶ء اور ۱۹۸۷ء میں دہشت گردی کی وارداتیں زیادہ تر پاکستان میں ہونے لگیں ۱۹۸۸ء میں ان وارداتوں کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی۔ اور اکثر وارداتیں بموں کے دھماکوں پر مشتمل تھیں۔

دہشت گردی کی وارداتوں کا آغاز طیاروں کے اغوا، اہم شخصیات کے قتل اور بموں کے دھماکوں سے ہوا تھا، دہشت گردی کی تاریخ میں ایک اہم واقعہ میونخ اولمپکس کے دوران کا ہے، ۵ ستمبر ۱۹۷۲ء کو فلسطینی گروپ بلیک ستمبر آرگنائزیشن کے آٹھ ارکان نے گیارہ اسرائیلی کھلاڑیوں کو ڈرامائی انداز میں اغوا کرلیا، اور فرار ہونے کے لئے حکومت سے ایک طیارے کا مطالبہ کیا، لیکن جب جرمن حکومت نے ان کے خلاف کارروائی کرنا چاہی تو انہوں نے دو کھلاڑیوں کو قتل کردیا، ان کو طیارہ فراہم کردیا گیا اور وہ طیارے میں پہنچ بھی گئے لیکن ایئرپورٹ پر جرمنی پولیس

ہتھیار بند تحریکیں بڑی طاقتوں کی حاشیہ بردار بن چکی ہیں

اور فوج نے دوبارہ ان کے خلاف ایکشن کرنا چاہا چنانچہ ایک ستمبر کے گوریلوں نے تمام اغوا شدہ کھلاڑیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا، اور طیارے کو بم سے اڑا دیا اس کارروائی میں پانچ گوریلے اپنے لیڈر سمیت مارے گئے جبکہ تین گرفتار ہو گئے، بعد ازاں ان گرفتار شدہ تین اراکین کی رہائی کے لیے بلیک ستمبر آرگنائزیشن نے ۲۹ اکتوبر ۱۹۷۲ء کو ایک اور طیارہ اغوا کر لیا اور مسافروں کی جان کے بدلے اپنے ساتھیوں کو رہا کروا لیا۔

آئرش ری پبلکن آرمی نے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو ہلاک کیا تھا، اطالین ریڈ بریگیڈ نے وزیر اعظم مورو کو قتل کیا تھا، سکھ دہشت گردوں نے بھارتی وزیر اعظم اندرا گاندھی کو قتل کیا، سری لنکا میں تامل ٹائیگرز اب تک بھارتی افواج کے ہزاروں سپاہی ہلاک کر چکے ہیں اس اعتبار سے دیکھا جائے تو بلیک ستمبر، آئرش آرمی، ریڈ بریگیڈ، سکھ دہشت گرد اور تامل ٹائیگرز سب سے زیادہ کامیابیاں حاصل کر چکے ہیں، ۱۹۷۹ء کے بعد لبنان میں زبردست دہشت گردی کا آغاز ہوا، شیعہ ملیشیا اور عیسائی ملیشیا کے درمیان جھڑپوں سے لاتعداد جانیں ضائع ہوئیں، ۱۹۸۰ء میں اور ۱۹۸۳ء میں بیروت میں دو دفعہ امریکی سفارتخانے کو بم کے دھماکے سے تباہ کیا گیا، طیاروں کے اغوا کی بہت سی وارداتیں ہوئیں، ۲۳ اکتوبر ۱۹۸۳ء کو لبنان میں فلسطینیوں کی طرف سے یہودیوں کی حمایت کے لیے آئے ہوئے امریکیوں کے خلاف انتقام کا نیا انداز سامنے آیا، ایک جانباز نے ٹرک میں بہت سا دھماکہ خیز مواد لوڈ کیا اور امریکیوں کی بیرکوں میں جا کر ٹکر مار دی جس سے ۲۴۰ افراد ہلاک ہو گئے اس کے بعد متعدد دفعہ ایسے واقعات ہوئے اکثر مسلح کارروائیوں میں عورتوں نے بھی اہم کردار ادا کیا، ان میں پاپولر فرنٹ فلسطین کی لیلیٰ خالد جاپانی ریڈ آرمی کی فوسکو شکونوبو، لاطینی امریکہ میں نورما، سپین میں جینو دیوی اور اٹلی کے ریڈ بریگیڈ کی مارگریٹا کاگول نے کافی شہرت حاصل کی ایک ناقابل فہم پہلو بعض مشہور خفیہ ایجنسیوں کا دہشت گردی میں ملوث ہونا ہے اب تک امریکی برطانوی، جرمنی اور روسی جاسوسوں کی جتنی بھی سوانح عمریاں شائع ہوئی ہیں ان میں بتایا گیا ہے کہ ان کی زیادہ تر ذمہ داریاں دہشت گردی پر مشتمل ہوتی تھیں۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ دہشت گرد تنظیمیں اکثر اوقات سی آئی اے یا کے جی بی کے باعث ہی کامیاب ہوتی رہیں۔ اور انہی کے باعث ناکام بھی ہوتی ہیں پاکستان میں بعض سیاسی عناصر کی طرف سے اکثر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ پاکستان میں ہونے والے بموں کے دھماکوں اور تخریب کاری کے واقعات میں کے جی بی ملوث ہوتی ہے اور کابل انتظامیہ پاکستان میں دہشت گردی کروا رہی ہے جبکہ کابل انتظامیہ کی طرف سے الزام لگایا جاتا ہے کہ افغانستان میں بموں کے دھماکے سی آئی اے کرواتی ہے اور پاکستان افغان باغیوں کی پشت پناہی کرتا ہے۔

دائیں اور بائیں بازو کا نکتہ نظر

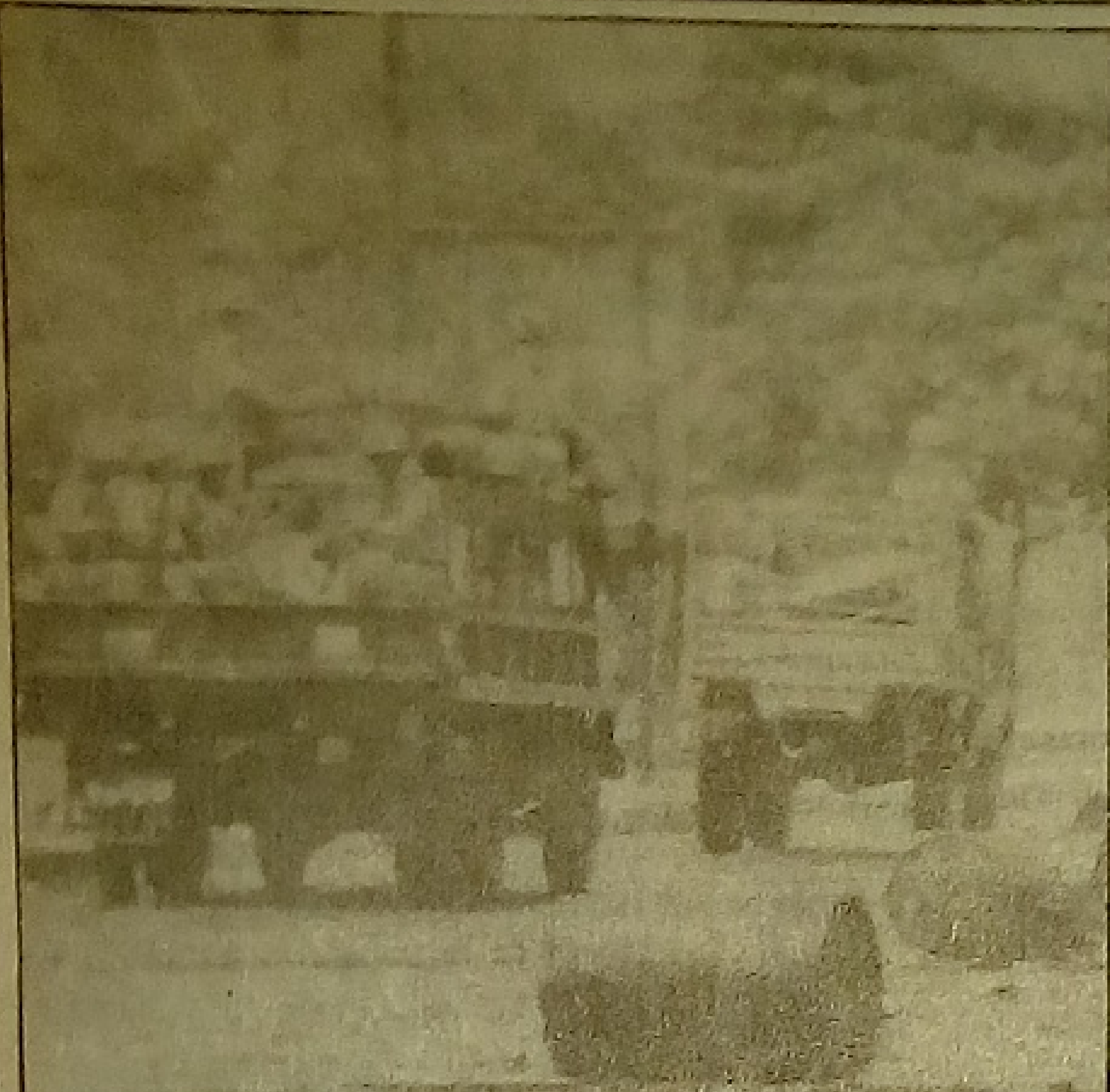
دہشت گردی کے بارے میں دائیں اور بائیں بازو کا نکتہ نظر مختلف ہے، دائیں بازو کی تنظیمیں عام طور پر مذہب اور نسلی بنیادوں پر قائم ہوتی ہیں اور اپنی جدوجہد کو مقدس کہہ کر لازمی قرار دیتی ہیں لیکن اس سلسلے میں بائیں بازو کا نکتہ نظر مختلف ہے۔ لینن اور ٹراٹسکی دونوں انفرادی دہشت گردی کے خلاف تھے ان کا خیال تھا کہ دہشت گردی ورکنگ کلاس کو مضبوط کرنے کی بجائے منتشر کر دیتی ہے اور رولنگ کلاس کو ظلم و ستم کا موقع دیتی ہے اس سلسلے میں چے گویرا نے بھی گوریلا جنگ پر لکھی جانے والی اپنی ایک کتاب میں دہشت گردی پر تنقید کی ہے روسی مصنف وکٹور رودکیتوف نے بائیں بازو کی دہشت گردی کے متعلق اپنی ایک تصنیف میں لکھا ہے کہ دہشت گردی میں اضافے سے جیلوں اور اذیت گاہوں میں حریت پسندوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور جب عوام کے نام پر ہونے والی دہشت گردی کا شکار عوام ہی شروع ہو جائیں تو پھر سیاسی جدوجہد کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے، مصنف وکٹور رودکیتوک نے بائیں بازو کے نام پر دہشت گردی کرنے والوں کو بائیں بازو سے خارج کیا ہے۔

موجودہ صورتحال

اس وقت دنیا میں سیاسی دہشت گردی بھی ہو رہی ہے اور غیر سیاسی دہشت گردی بھی ہو رہی ہے امریکہ کی طرف سے فلسطینیوں کو دہشت گرد قرار دیا جاتا ہے جبکہ روس کی طرف سے افغان مجاہدین کو دہشت گرد قرار دیا جاتا ہے اور بھارتی ذرائع ابلاغ سندھ کے علیحدگی پسندوں کو حریت پسند قرار دے رہے ہیں جبکہ پاکستان کے بعض حلقے سکھوں کو حریت پسند قرار دیتے ہیں سچی بات یہ ہے کہ آزادی اور خودمختاری کی ہتھیار بند تحریکیں بڑی طاقتوں کی حاشیہ بردار بن چکی ہیں اور امریکہ کی طرف سے کرنل قذافی، آیت اللہ خمینی، حافظ الاسد، یاسر عرفات، نکاراگوا کے صدر ڈینیل آرٹیگو۔ شمالی کوریا کے صدر کم ال سنگ کو دہشت گرد قرار دیا گیا ہے، امریکہ کے محکمہ دفاع ابو ندال کو خطرناک ترین دہشت گرد قرار دیتا ہے، امریکہ روس پر الزام لگاتا ہے کہ وہ انگولا، موزمبیق، کمپوچیا، لاؤس، ویت نام اور یونان میں دہشت گردوں کی سرپرستی کرتا رہا ہے اور ابھی بھی زمبابوے ——— میں ملوث ہے، دوسری طرف روس کی طرف سے امریکہ پر الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ افغان مجاہدین کے علاوہ نمیبیا اور یونیٹا باغیوں اور نکاراگوا میں دائیں بازو کے باغیوں کی سرپرستی کرتا ہے، پاکستان کی طرف سے بھارت پر الزام لگایا جاتا ہے کہ اس کی خفیہ تنظیم "را" سندھ اور سرحد میں دہشت گردی کے واقعات میں ملوث ہے اب ان الزامات کی صداقت کو ثابت کرنا تو ممکن نہیں لیکن یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حال ہی میں کراچی اور حیدرآباد میں ہونے والے فسادات جمہوریت کو نقصان پہنچانے کی سازش تھے وکٹور رودکیتوک نے لاطینی امریکہ میں دہشت گردی کی مخالفت اسی لیے کی تھی کہ امن و امان کی خراب صورتحال میں سیاسی انتشار پھیلتا ہے جس کے باعث جمہوری حکومت کمزور ہو جاتی ہے۔ یا پھر آمریت کے لیے راہ ہموار ہو جاتی ہے اور دہشت گردی کا خاتمہ تب تک ممکن نہیں ہے جب تک یہ طاقتیں غریب اقوام کو معاشی اور سیاسی جال میں پھنسائے رکھنے کی پالیسی ترک نہیں کریں گی اور اپنے مفادات کے لئے دہشت گردوں کو ہتھیاروں کی فراہمی بند نہیں کریں گی، اس رپورٹ کے مطابق اکثر دہشت گرد تنظیموں کے اراکین پندرہ سال سے ۳۰ سال تک کی عمر کے ہوتے ہیں یہ نوجوان عام

باقی صفحہ ۵۰ پر

سید نور الحسن جیلانی



دہشت گردوں کو سزائیں کیوں نہیں دی جاتیں؟

حیدرآباد میں گذشتہ کئی برس سے ہونے والے خونی فسادات ایک مرتبہ پھر اپنی پوری قوت سے شروع ہو گئے ہیں دہشت گرد اپنی سابقہ روایات کو برقرار رکھتے ہوئے انسانی خون سے ہولی کھیلتے ہوئے نظر آتے ہیں ان معصوم بے گناہ انسانوں کے خون سے جن کی کسی سے کوئی دشمنی نہیں ان بے گناہوں کے خون سے جو تلاش معاش کی غرض سے اپنے گھروں سے نکلتے ہیں۔ جو دیہاڑی پر کام کرتے ہیں انتہائی خطرناک حالات ہونے کے باوجود ان کا اور ان کے بچوں کا پیٹ انہیں گھر سے نکلنے پر مجبور کرتا ہے گاؤں کا دیہاتی اسی پیٹ کے خاطر دودھ فروخت کرنے شہر آتا ہے کوئی باپ۔ بچوں کو آئسکریم دلانے کول کارنر تک ہی جاتا ہے کوئی کسی روڈ کے کنارے ہوٹل پر ایک کپ چائے پینے بیٹھ جاتا ہے کوئی شاپنگ کی غرض سے گھر سے نکلتا ہے تو کوئی دوستوں سے خوش گپیاں لگانے میں مصروف ہوتا ہے کہ بس اسی اثنا میں ایک سفید رنگ کی کار سے ان معصوم شہریوں پر اندھا دھند فائرنگ کر دی جاتی ہے اور چند لمحہ پہلے زندگی سے لطف اندوز ہونے والے معصوم شہری ہمیشہ ہمیشہ کی نیند سو جاتے ہیں۔ ان کے گھر ماتم کدہ بن جاتے ہیں ان کے بچے یتیم ہو جاتے ہیں کسی ماں کا لخت جگر اس سے چھین لیا جاتا ہے تو کسی باپ کا نور نظر اس سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدا ہو جاتا ہے کسی بیوی کا سہاگ کسی بہن کا مان کسی بھائی کا بازو اور کسی معصوم کا باپ چند لمحوں میں دہشت گرد چھین کر فرار ہونے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور پھر باقی رہی سہی کسر قومیت کے علمبردار پوری کرتے ہیں جدید اسلحہ سے لیس اپنی قوم کا درد رکھنے والے یہ نوجوان مہاجر اور سندھی کے نام پر قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیتے ہیں بیسیوں بے گناہ انسانوں کے خون سے ہولی کھیلی جاتی ہے زبان اور لباس کو بنیاد بنا کر اس زمین پر یہ خدائی دعوے دار معصوم انسانوں کی زندگی اور موت کے فیصلے کرتے ہیں تعصب اور نفرت کو دل میں بسا کر یہ درندے جنہیں انسان کہنا انسانیت کی توہین ہے حیدرآباد کی سڑکیں، محلے، گلی کوچے انسانی خون سے رنگین بناتے نظر آتے ہیں مگر اس ساری کارروائی میں انتظامیہ بے حس اور مجبور نظر آتی ہے پورے شہر پر قاتلوں کا راج ہوتا ہے معصوم شہریوں کو قاتلوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جاتا ہے وہ جسے چاہیں چھوڑیں اور جسے چاہیں موت کی آغوش میں سلا دیں ان سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا کہ اتنی قتل و غارت گری کیوں کر رہے ہو یہ سب کچھ کس کے ایما پر ہو رہا ہے کوئی ان کا ہاتھ روکنے والا نہیں کوئی نہیں جو مظلوموں کی آہ پکار سنے۔ ہمارے محافظ اس وقت پہنچتے ہیں جب قاتل اپنا کام کر کے جا چکے ہوتے ہیں بلکہ کئی مواقع پر دیکھنے میں آیا کہ انتظامیہ کے اہل کار ایسے موقعوں پر اس جگہ سے بھی غائب ہوتے ہیں۔ جہاں ان کی ڈیوٹی لگائی گئی ہے اور فسادات کے وقت وہ ان چوراہوں پر نظر نہیں آتے جہاں وہ روز دکھائی دیتے ہیں اور پھر انتظامیہ تا حکم ثانی کرفیو نافذ کر کے اپنی دانش میں حیدرآباد کے شہریوں کو مزید جانی نقصان سے بچا لیتی ہے حکومت کے ذمہ داران کی طرف سے اخباری بیانات جاری ہوتے ہیں اعلیٰ سطح کے اجلاس منعقد ہوتے ہیں۔ جن میں قاتلوں سے سختی سے نمٹنے اور آہنی ہاتھ استعمال کرنے کا عہد کیا جاتا ہے پھر عوام کے زخم بھرنے شروع ہو جاتے ہیں اور شاید حکمران شہریوں سے کئے ہوئے وعدے بھلا چکے ہوتے ہیں کہ پھر اچانک کسی سفید رنگ کی کار سے فائرنگ ہوتی ہے اور یہی سب کچھ دہرا دیا جاتا ہے۔ یہ خونی ڈرامہ حیدرآباد کی عوام کے ذہنوں پر نقش ہو چکا ہے جسے وہ کبھی نہیں بھلا سکتے۔

گیارہ مئی جمعہ کی شب حیدرآباد میں سفید رنگ کی دو کاروں سے اندھا دھند فائرنگ کی گئی جس سے

[illegible]

ہی قتل و غارت گری کرتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ دیہاتوں میں ... لوگوں کے ذہنوں سے اپنے دفتر کا گھیراؤ کرتے ہیں اور حالات کے پیش نظر ... پیپلز پارٹی اور ایم کیو ایم کو ... چاہئے ... لوگوں کو ... کی صورت میں ... ایک دوسرے کے ... کے خلاف ... نفرت کی آگ ... رہے ہیں جس سے حالات مزید ... کا کوئی امکان نظر نہیں آتا۔ ... جان و مال کا تحفظ حکومت کی ہی ذمہ داری ہے۔

حیدرآباد کے حالیہ فسادات ... مسلسل فائرنگ کے بعد ... سے شروع ہوئے حیدرآباد ... [illegible]

> حیدرآباد کے لوگوں نے
> ایم کیو ایم کو
> سو فیصد ووٹ دیئے
> پھر بھی سانحہ تباہی
> سے کوئی نہ بچا سکا۔

[illegible]

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان غنیؓ ان اصحاب رسولؐ میں سے ہیں جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص قربت رہی ہے آپؓ کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے انہیں ان کی زندگی میں جنت کی بشارت بارگاہ خداوندی سے ودیعت ہو گئی تھی آپؓ کا لقب ذوالنورینؓ اور کنیت اسلام قبول کرنے سے قبل ابو عمر تھی اسلام لانے کے بعد آپؓ کی کنیت عبداللہ ہو گئی۔

حضرت عثمان بن عفانؓ تاریخ اسلام میں اپنا اہم اور نمایاں مقام رکھتے ہیں آپؓ مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ ہیں بحیثیت امیر المومنینؓ اور جامع القرآن آپؓ نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے تاریخ اسلام اس کی گواہ ہے ائمہ کرام کے خطبات میں آپؓ کا خصوصی ذکر ہوتا ہے۔

فضائل وخصائل: دینی و دنیاوی خدمات جلیلہ کے علاوہ آپؓ کے فضائل احادیث مبارکہ میں منقول ہیں قرآن حکیم میں بھی کئی جگہ آپؓ کا ذکر آیا ہے۔

رسول مقبولؐ آپؓ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے بھی آپؓ سے شرم کرتے ہیں تو میں کیوں نہ انؓ سے شرم کروں آپؓ کامل الحیاء والایمان ہیں

حضرت امام حسنؓ سے روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ اس قدر شرمانے تھے کہ دروازہ بند کرکے کپڑے اتارتے تھے کہ اس دوران آپؓ اپنی پیٹھ بھی سیدھی نہ کرتے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمانؓ کے لیے دو مرتبہ جنت خریدی ہے ایک مرتبہ جاہ کنوئیں کی کھدائی کے وقت دوسرا جب جنگ تبوک کی تیاریاں ہو رہی تھیں بیعت الرضوان کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک کو حضرت عثمانؓ کا دست مبارک قرار دیا۔

آپؓ شکل و شباہت میں نبی کریمؐ سے بہت مشابہ تھے آپؓ کے بارے میں حضور اقدسؐ سے ارشاد ہوتا ہے کہ میرے تمام صحابہ کرامؓ میں حضرت عثمان ذوالنورینؓ مجھ سے حد درجہ مماثلت رکھتے ہیں آپؓ نبی کریمؐ کی دعوت پر ایمان لانے والوں میں چوتھے مسلمان تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں آپؓ کے عقد میں آئیں اسی فضل و شرف کی وجہ سے آپؓ ذوالنورینؓ کہلاتے ہیں دنیا میں یہ شرف کسی کو بھی حاصل نہ ہو سکا۔

آپؓ کو دو مرتبہ ہجرت کرنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔

میرے تمام صحابہ کرامؓ میں
حضرت عثمان ذوالنورینؓ مجھ
سے حد درجہ مماثلت رکھتے ہیں
(حدیث رسول)

مناسک حج کی ادائیگی آپؓ سے بہتر کوئی نہ جانتا تھا۔

آپؓ نے ایک یہودی سے کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ جنگ تبوک اور جنگ عسرہ میں مسلمانوں کی اس قدر مالی امداد فرمائی کہ محسن انسانیتؐ نے آپؓ کے جذبہ ایثار و قربانی سے متاثر ہو کر فرمایا کہ عثمانؓ اب کوئی نفلی ثواب کا کام نہ بھی سر انجام دے سکیں تب بھی اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور خوش رہے گا۔

آپؓ ہی نے مسجد نبویؐ کے لیے زمین خریدی اس کی تعمیر و توسیع آپؓ نے خود ہی کرائی ایک مرتبہ قحط پڑ جانے سے مسلمانوں کو مشکلات و مصائب کا سامنا ہوا۔ تو بغرض تجارت جو اونٹ غلہ لائے تھے۔ آپؓ نے وہ غلہ تمام مسلمانوں میں تقسیم فرما دیا۔

مدینہ منورہ میں مسجد قبا کے لیے زمین خریدی امہات المومنینؓ کی رہائش کے لیے علیحدہ علیحدہ مکانات تعمیر کرائے۔ آپؓ ہر یوم جمعہ ایک غلام کو آزاد فرماتے ایک روایت کے مطابق اپنی حیات مبارکہ میں ۲۴۰۰ غلاموں کو آزاد فرمایا۔ آپؓ سب سے زیادہ سخی اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے والوں میں سے تھے۔ اسی لیے آپؓ غنی کہلاتے ہیں۔ قرآن مجید کو جمع کرکے اختلافِ قرآت سے محفوظ رکھنے کی خدمت آپؓ ہی نے انجام دی رسول کریمؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح حضرت عثمان ذوالنورینؓ خدا رسولؐ سے حیاء کرتے ہیں فرشتے بھی اسی قدر آپؓ سے حیا کرتے ہیں۔

حضرت عثمان غنیؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تحریک پر مسلمان ہوئے۔ آپؓ تمام صحابہ کرام میں سب سے زیادہ صاحب ثروت تھے۔ آپؓ نے اسی لیے مسلمانوں کی آرام و آسائش کا فریضہ بہتر طور پر سر انجام دیا۔ آپؓ نے اسلام کی خدمت اس جذبہ ایثار و قربانی سے کی کہ آپؓ کی فراخ دلی صدق و خلوص و محبت کا اعتراف سبھی کرتے ہیں حضور کریمؐ نے آپؓ کو اس سلسلے میں سب سے ممتاز و منفرد ارشاد فرمایا آپؓ نے مالی عبادت کے ساتھ ساتھ خلوص و جانفشانی سے بدنی عبادات بھی جاری رکھیں آپؓ تمام صحابہ کرام میں عبادت و ریاضت سب سے زیادہ فرماتے۔ محنت و مشقت اور فاقہ کرکے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں خوشی محسوس کرتے رات بھر کھڑے ہو کر انہماک سے یاد الٰہی فرماتے آپؓ کا دل جذبہ ایثار و قربانی صبر و شکر سے ہر وقت معمور تھا۔ اسلام کے ہر آنے وقت میں کام آئے مسلمانوں کو تکلیف و رنج و غم سے نجات دلانے کے لیے ہر وقت کوشاں رہے۔ اسلام کی ترویج و ترقی میں جانی و مالی مدد و اعانت عملی طور پر کی۔

آپؓ کی طبیعت و فطرت نہایت بردبار اور سلیم الطبع تھی آپؓ نے زمانہ جاہلیت میں بھی کبھی جھوٹ چوری

زنا شراب نوشی جیسی بری عادت کبھی نہ اپنائی تھی اسلام قبول کرنے کے بعد آپؓ کے اخلاق و اوصاف میں اور بھی نکھار آ گیا تھا۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ سے بہت خوش ہوتے ان کے لیے بارگاہ خداوندی میں دعا گو ہوتے کہ اے بار الٰہ میں عثمانؓ سے راضی ہوں تو بھی اسؓ سے راضی رہ یہ دعا آپؐ ایک مرتبہ صبح سے شام تک مانگتے رہے۔

حضرت عثمان بن عفانؓ اپنی زندگی نہایت سادہ طرز پر گزارتے صحابہ کرام میں سب سے زیادہ مالدار ہونے کے باوجود نہایت سادہ غذا پر گزر بسر کرتے آپؓ کا پیرہن بہت سادہ ہوتا تھا لیکن مسلمانوں کی خاطر و مدارات میں کبھی کمی بیشی نہ فرماتے نہایت لذیذ اور قیمتی کھانے کھلاتے خود شہد یا روغن زیتون سے گزارا کرتے کبھی گوشت اور سرکہ بھی آپؓ کی غذا کا عنصر ہوتا لوگوں کے ساتھ نہایت تواضع اور خوش اخلاقی سے پیش آتے آپؓ کے دشمن بھی آپؓ کے قدردان اور معترف تھے حضرت امام حسنؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے آپؓ ایام خلافت میں سر کے نیچے چادر رکھ کر آرام فرما تھے لوگ آپؓ سے ملنے آتے اور جگا دیتے آپؓ اٹھ کر ان سے خندہ روئی سے گفتگو کرتے جب وہ چلے جاتے تو آپؓ دوبارہ لیٹ جاتے یہ سلسلہ یونہی جاری رہا لیکن میں نے آپؓ کے ابرو مبارک پر کوئی شکن نہ دیکھی آپؓ اپنے دور خلافت میں بھی اتنا معمولی کپڑا پہنتے جس کی قیمت چار یا پانچ درہم سے زیادہ نہ ہوتی تھی۔ البتہ آپؓ کی ایک چادر آٹھ درہم کی تھی۔ عہد خلافت میں آپؓ نے اپنے کو کسی مسلمان سے برتر و افضل نہیں سمجھا آپؓ ہمیشہ دوسروں کی عزت و تکریم میں خوشی محسوس کرتے۔ آپؓ نے اپنا مال و دولت عوام الناس کی فلاح کے لیے وقف کیا ہوا تھا۔ اپنے عہد خلافت میں آپؓ ہر سال حج کی ادائیگی فرماتے اور آٹھ ذی الحجہ کو منیٰ میں حجاج کرام کو کھانے کی عام دعوت دیتے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عثمان ذوالنورینؓ اللہ تعالیٰ تجھے ایک خلعت خلافت عطا فرمائے گا جس کو منافق تجھ سے کہیں کہ خلعت اتار دو تم ہرگز نہ اتارنا یہاں تک کہ مجھ سے آ ملو۔ یعنی شہادت پا جاؤ۔

اسی حدیث مبارک سے ظاہر ہوا کہ حضرت عثمانؓ نے حضورؐ کی تعمیل ارشاد میں شہادت پائی لیکن خلعت خلافت کو ترک نہ کیا۔

ایک مرتبہ محسن انسانیت نبی کریمؐ ان فتنوں کا ذکر فرما رہے تھے۔ جو آپؐ کے پردہ فرمانے کے بعد عالم وجود میں آنے والے تھے اسی اثنا میں حضرت عثمانؓ کا گزر آپؐ کے پاس سے ہوا۔ آپ نے حضرت عثمانؓ کو دیکھ کر فرمایا کہ پہلے فتنے کے دوران یہ شخص ہدایت پر ہوگا حضورؐ کی یہ پیشگوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔

ایک مرتبہ حضور رسالت مآبؐ حضرت عثمانؓ سے آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے ان باتوں کو سن کر

آپ کے دورِ حکومت میں روم اور ایشیائے کوچک تک کے علاقوں کو مسلمانوں نے فتح کر لیا

آپؓ کا چہرہ متغیر ہو جاتا تھا۔ پھر وہ دن آ پہنچا جس دن آپؓ نے شہادت پائی تھی اور صحابہؓ نے آپ سے فرمایا کہ آپؓ فکرمند نہ ہوں ہم باغیوں سے لڑیں گے حضرت عثمانؓ نے ان سے فرمایا نہیں نبی کریمؐ کی مجھے وصیت ہے میں اس پر صابر و شاکر ہوں حضورؐ کی وصیت یہ ہے کہ ہر نبی کا ایک رفیق ہے میرا جنت میں رفیق عثمانؓ ہے اسی لیے میری تمنا ہے کہ میں اپنے محبوب و رفیق سے جلد مل جاؤں۔

آپؓ کو تلاوت قرآن مجید کا بہت شوق تھا۔ بعض اوقات آپؓ ساری ساری رات قرآن حکیم پڑھنے میں گزار دیتے حفاظ قرآن میں آپؓ اپنا ایک اہم اور منفرد مقام رکھتے ہیں۔ احادیث نبویؐ کو بہت احتیاط سے آپؓ نے تکمیل فرمایا ہے آپ سے ایک سو چھیالیس احادیث مروی ہیں۔

عہد خلافت عثمانیہ کی فتوحات: حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں بہت سے ملک فتح ہو کر سلطنت اسلامیہ میں شامل ہوئے۔ آپؓ کے دور حکومت میں روم اور ایشیائے کوچک کو مسلمانوں نے فتح کیا۔ اسکندریہ آرمینیا ہمدان آذربائیجان میں بغاوتوں نے سر اٹھایا تو ان کو فرو کیا گیا۔ تیونس (طرابلس الجزائر) مراکش میں اسلامی فتوحات ہوئیں نیز قبرص کو اسی دور میں فتح کیا گیا اصطخر کو فتح کرتے ہوئے مسلمان شیراز تک جا پہنچے ایران میں فتح پانے کے بعد کابل اور کرمان تک مسلمانوں کو رسائی حاصل ہو گئی۔ شاہ کابل کے مسلمان ہونے کے بعد مسلمانوں کو ہندوستان کے مغربی ساحل پر پہنچنے کا راستہ مل گیا مغیرہ بن شعبہ کی سرکردگی میں مسلمان افواج کالی کٹ اور بیدہ کلکتہ تک جا پہنچیں یہاں کے راجہ نے اسلام قبول کیا اور آپؓ کے دور خلافت میں دور دور تک اسلامی پرچم لہرائے گئے۔ کچھ فتنہ پرور لوگوں نے آپؓ کی نرم مزاجی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر بدعہدی اور سینہ زوری شروع کر دی آپؓ نے یہی مناسب سمجھا کہ مسلمانوں میں فتنہ و فساد نہ پھیلے آپؓ نے جذبہ ایثار و قربانی کو بروئے کار لا کر اپنی زندگی پر ملت مسلمہ کی زندگی کو ترجیح دی فتنہ و فساد اور خانہ جنگی سے بچاؤ کے لیے آپؓ کو جام شہادت نوش کرنا پڑا۔ جب مدینہ میں اصحاب رسولؐ کو بلوائیوں کی ان حرکتوں کا علم ہوا تو انہوں نے چاہا کہ اس فتنے کو بزور طاقت ختم کیا جائے۔ لیکن آپؓ نے انہیں منع فرمایا جب بلوائیوں نے آپؓ کے مکان کا محاصرہ کر لیا تو آپؓ نے اپنے تمام غلاموں کو آزاد کر دیا آپؓ کے غلام اس قدر تھے کہ تنہا آپؓ کے دشمنوں سے آپؓ کا دفاع کر سکتے تھے۔ مگر آپؓ نے سختی سے منع کر دیا تھا۔ ہر مسلمان کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ میری خاطر کوئی تلوار میان سے نہ نکلے چالیس دن تک آپ بلوائیوں کے محاصرہ میں رہے حتیٰ کہ آپؓ مسجد میں نماز کے لیے بھی نہ جا سکتے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حالات کے پیش نظر نوجوانان جنت کے سرداروں امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو آپؓ کے مکان کے دروازے پر نگرانی کے لیے مقرر فرما دیا۔ مگر بلوائیوں نے دیوار پھلانگ کر ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ میں آپ کو شہید کر دیا۔ جس وقت آپؓ شہادت کے منصب جلیلہ پر فائز ہوئے آپؓ اس وقت تلاوت قرآن شریف میں مشغول تھے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو آپ کی سیرت پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

عمل کے تمام نقوش

روحِ حیوانی میں موجود ہیں

> خالقِ کائنات
> اللہ کا ہر اسم
> بحیثیت علم کے علیم
> ہے اور اللہ کا
> ہر اسم بحیثیت
> خالق کے قدیر ہے

خواجہ شمس الدین عظیمی

کائنات میں موجود تمام مخلوقات اور تمام مخلوقات کی حیات و زیست کا پروگرام سب کا سب علم ہے کائنات کے بارے میں خالق کائنات نے اپنی مرضی سے ایک پروگرام بنایا۔ جب اس نے پروگرام پر عملدرآمد کا ارادہ کیا اور جب اس پروگرام کو متحرک کرنا چاہا تو سرچ آن کر دیا اور پروگرام نشر ہونے لگا یہ پروگرام کیا ہے کتنے عرصے تک قائم رہتا ہے اس پروگرام کو کن کن مراحل سے گزرنا ہے اور اس پروگرام میں کتنے کردار شامل ہیں اور کن کن کرداروں کو کام کرنا ہے یہ سب خالق کائنات کے علم میں ہے نظریہ رنگ و نور کے ذیلی باب پیرا سائیکلوجی کا اجمالی خلاصہ یہ ہے کہ کائنات کسی ایک ہستی نے بنائی ہے اور کائنات پر اسی ایک ہستی کی حکمرانی ہے کائنات کے اندر جتنے تقاضے ہیں جس قدر حواس کام کر رہے ہیں وہ سب افراد کائنات کو اسی ہستی سے ایک تواتر کے ساتھ منتقل ہو رہے ہیں۔

جب ہم نگاہ کا تذکرہ کرتے ہیں تو ہم یہ بات بھی جان لیتے ہیں کہ نگاہ کا وصف کسی ہستی سے ہمیں منتقل ہوا ہے یعنی ماورا ہستی اللہ ایک ایسی ذات ہے جو بصیر ہے اور بصیر ہونے کے ساتھ ساتھ اسے یہ قدرت بھی حاصل ہے کہ وہ بصارت اور نگاہ افراد کائنات کو منتقل کر دے فرد جب دیکھتا ہے تو در اصل وہ ماورا ہستی کی بصیر ہونے کی صفت سے دیکھتا ہے کلیہ یہ ہے کہ کائنات مجموعی طور پر ماورا ہستی اللہ کی صفات کا عکس ہے اور صفات خالق کائنات کے اسماء ہیں یا اسم صفت ایک تجلی ہے اور ہر تجلی کے ساتھ قدرت اور رحمت شامل ہے یعنی ہر اسم تین تجلیوں کا مرکز ہے۔ ایک اللہ کی ذات دوسرے اللہ کی صفت اور تیسرے کی قدرت اور رحمت۔ جب ہم اللہ کا ذکر کرتے ہیں یا اللہ کا کوئی اسم ذہن یا زبان سے ادا کرتے ہیں تو در اصل اللہ کی تجلی اپنی صفت اور قدرت کے ساتھ حرکت میں آجاتی ہے یعنی جب ہم اللہ کو بصیر کہہ کر مخاطب کرتے ہیں یا اللہ کا اسم بصیر کا ورد کرتے ہیں تو ہمارے اندر اللہ کی نگاہ اور اللہ کی نگاہ سے متعلق قدرت اور نگاہ سے متعلق رحمت کا علم متحرک ہو جاتا ہے اس بات کی پوری طرح تشریح کی جا چکی ہے کہ کائنات در اصل علم ہے اور علم ہی نزول کر کے حواس کی شکل و صورت میں نمایاں ہو رہا ہے جاننا، محسوس کرنا، عمل کرنا، بیک وقت صادر ہوتا ہے اور بیک وقت ختم ہو جاتا ہے۔ ختم ہونے سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی تجلی کا وصف قدرت اور رحمت کے ساتھ علم کی حیثیت میں نزول کر کے پہلے جاننے کا علم بنتا ہے پھر جاننے کا یہ علم محسوساتی علم بن جاتا ہے اور یہ محسوساتی علم عمل بن جاتا ہے اس فارمولے یا EQUATION کی حیثیت کائناتی بھی ہے نوعی بھی ہے اور فرد کی زندگی سے متعلق بھی ہے ہمارے پیش نظر اس وقت فرد کی ماورائی اور روحانی صلاحیتوں کا انکشاف ہے اس لئے ہم اس فارمولے کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ فرد کی زندگی سے متعلق اسمائے الٰہیہ کی تمام تجلیوں کے علم میں صفت قدرت اور رحمت شامل ہے فرد کی روح اعظم میں موجود ہے علم کے بعد محسوساتی علم یا فکر سے متعلق اللہ کی تمام تجلیاں صفت قدرت اور رحمت کے ساتھ فرد کی روح انسانی میں موجود ہیں جاننے اور محسوس کرنے کے علم کے بعد عمل صادر ہوتا ہے عمل کے تمام نقوش روح حیوانی میں موجود ہیں اس فارمولے پر غور کرنے سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ کائناتی پروگرام ہر فرد میں موجود ہے یہی وجہ ہے کہ کائنات کے اندر موجودات کے تمام افراد ان کا نام کچھ بھی ہو فرشتہ ہو، جن ہو، کبوتر ہو، ان اجسام یا افراد کا تعلق نباتات سے ہو، جمادات سے ہو، حیوانات سے ہو، سب کا آپس میں ایک مستحکم رشتہ ہے یہ رشتہ ہی ایک دوسرے کے تعارف اور پہچان کا ذریعہ ہے۔

نوع انسانی کے کسی ایک فرد کا یا تمام افراد کا بکری کے ساتھ اگر کوئی مخفی رشتہ نہ ہو تو انسان بکری کو نہیں پہچان سکے گا۔ اور بکری انسان کو نہیں پہچان سکے گی اس رشتے کو تلاش کرنا ہی پیرا سائیکلوجی ہے۔ پیرا سائیکلوجی کا طالب علم اس بات پر لازماً تفکر کرتا ہے کہ میں بکری کو کیوں پہچانتا ہوں اور بکری مجھے کس طرح پہچانتی ہے؟ شیر انسان کو جانتا ہے اور انسان شیر کو جانتا ہے۔ جب کوئی انسان آسمان کی طرف نظر اٹھاتا ہے تو وہ برملا پکار اٹھتا ہے کہ یہ چاند ہے یہ سورج ہے یہ ستارہ ہے صرف پکارتا ہی نہیں ہے بلکہ اپنے اندر (INNER) اپنی کیفیات میں اپنے حواس میں علمی اور محسوساتی طور پر چاند، سورج اور ستارہ کو جانتا ہے کوئی آدمی جب تفکر کو اپنا شعار بنا لیتا ہے تو اس کے اندر تجلی کا علم متحرک ہو جاتا ہے وہ کائنات میں تمام آسمانی اجرام اور اجرام میں بسنے والے ہر ذی روح اور غیر ذی روح افراد کو ایک مخفی رشتے میں بندھا ہوا دیکھ لیتا ہے۔

قلندر بابا اولیاءؒ اپنی کتاب لوح و قلم میں لکھتے ہیں کہ جب ہم ستارے کو دیکھتے ہیں تو ستارہ بھی ہمیں دیکھتا ہے۔ نہ دیکھیں اگر ستارے اور انسان کے درمیان کوئی اخلاقی رشتہ موجود نہ ہوتا تو ہر ستارہ اور ہر آسمانی تعلق اپنی نہ کوئی رکاوٹ ضرور پیدا کرتا۔ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو یہی رشتہ کائنات کے پورے افراد کو ایک دوسرے کے ساتھ منسلک کئے ہوئے ہے۔ اس مخفی رشتے پر مزید غور و فکر کرنے سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ تمام کائنات ایک مخفی رشتے میں اس لئے بندھی ہوئی ہے کہ ساری کائنات ایک ہی ہستی کی ملکیت ہے۔ کائنات کے افراد اگر مختلف ہستیوں کی ملکیت ہوتے یا کائنات کے افراد پر مختلف ہستیوں کی حکمرانی ہوتی، تو یقیناً ایک دوسرے کی روشناسی میں تصادم پیدا ہو جاتا۔ ایک ہستی کی ملکیت دوسری ہستی کی ملکیت سے متعارف ہونا ہرگز پسند نہیں کرتی۔ آخری کتاب قرآن نے اسی مالک ہستی کا تعارف اللہ کے نام سے کرایا ہے۔ اسمائے مقدسہ میں بھی لفظ "اللہ" اسم ذات ہے۔ اللہ کا ہر اسم تجلی ہے اور ہر تجلی رحمت اور قدرت کے ساتھ قائم ہے۔ ہر اسم بحیثیت قادر کے قدرت رکھتا ہے یعنی اسم قدرت سے متعارف ہے چنانچہ ہر صفت کے ساتھ اللہ کا قادرانہ اور رحیمانہ وصف موجود ہے۔ قادرانہ اور رحیمانہ اوصاف ہی موجودات کے تمام افراد کے درمیان مخفی رشتے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ سورج کی روشنی اہل زمین کی خدمت گزاری سے اس لئے انکار نہیں کر سکتی کہ زمین اور سورج ایک ہی اللہ کی ملکیت ہیں چونکہ مالکانہ حقوق میں حاکمانہ قدرت پر بھی اللہ کی گرفت ہے اس لئے اللہ کی رحمت اور قدرت اس کو گوارہ نہیں کر سکتی کہ اللہ کی ملکیتیں ایک دوسرے کے وقوف سے منکر ہو جائیں۔

کائنات کے قیام ترتیب اور تدوین پر اللہ کے جن اسماء کی حکمرانی ہے ان میں ایک اسم اللہ اور دوسرا اسم قدیر ہے۔ اللہ کے تمام صفاتی اسماء میں ہر اسم اللہ اور قدیر کے ساتھ منسلک ہے۔ خالق کائنات اللہ نے اپنے اسماء کا علم بندوں کو اس لئے سکھایا ہے کہ وہ کائنات کی رنگا رنگ زندگی کا مشاہدہ کریں اور کائناتی حیات میں تفکر کر کے اللہ تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کریں اور جب کوئی بندہ جدوجہد اور کوشش میں اللہ کے قانون کا تقاضہ پورا کر دیتا ہے تو اس کے اوپر خالق کائنات اللہ کے عرفان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

عرفان کی دو صورتیں ہیں ایک اللہ کی صفات کا عرفان ہے یعنی بندہ اپنے اندر ایک ایسے علم کا مشاہدہ کرتا ہے جس علم کی حیثیت صفاتی ہے اور صفات کا عارف اس بات کا مشاہدہ کر لیتا ہے کہ خالق اور مخلوق کے درمیان کون سا رشتہ قائم ہے۔ جس کی وجہ سے خالق اور مخلوق ایک دوسرے سے متعارف ہے۔ صفات کا علم جاننے والا بندہ ظاہری خدوخال کے اندر باطنی خدوخال کا بھی مشاہدہ کر لیتا ہے۔ یعنی وہ افراد کائنات کی روح سے واقف ہو جاتا ہے اس کے سامنے عالمین کا ریکارڈ آ جاتا ہے۔ صفات کا علم رکھنے والا بندہ فرشتوں سے، حشر و نشر سے، عالم اعراف سے، برزخ سے، سماوات سے اور عرش و کرسی سے وقوف حاصل کر لیتا ہے اس کے مشاہدے میں یہ بات بھی آ جاتی ہے کہ ہماری دنیا کی طرح اور بھی بے شمار دنیائیں موجود ہیں جس طرح ہماری زمین پر نوع انسانی، نوع حیوانی، نباتات، جمادات کی آبادیاں ہیں اسی طرح دوسری دنیاؤں میں بھی یہ سب اسی ترتیب و تدوین کے ساتھ قائم ہے دوسرا عرفان خالق کائنات کی ذات کا عرفان ہے

پیراسائیکالوجی کا طالب علم
اگر اس ذخیرے سے استفادہ
کرنے کی صلاحیت پیدا کرے
تو لاکھوں سال بعد کا ریکارڈ
اس کے سامنے آ سکتا ہے

ذات کا عارف یہ جانتا ہے کہ کائنات کی تخلیق کن فارمولوں پر ہوتی ہے اور کائنات میں خالق کائنات کی کون سی مشیت کام کر رہی ہے۔ صفاتی عرفان ہو یا ذاتی عرفان ہو، اس کو حاصل کرنے کے لئے روح کا عرفان ضروری ہے اور روح کے عرفان کے سلسلے میں یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ روح تین پرتوں پر قائم ہے اور ہر پرت کے دو رخ ہیں انہی تین پرتوں کے اندر ازل سے ابد تک تمام سفر کرتی ہے ہم یہ بات بھی جان چکے ہیں کہ خالق کائنات اللہ کا ہر اسم بحیثیت علم کے علیم ہے اور اللہ کا ہر اسم بحیثیت خالق کے قدیر ہے۔ اس بات کو اس طرح سمجھیں کہ اللہ کا ہر اسم تین تجلیوں کا مجموعہ ہے اور اللہ کے ہر اسم کی حکمرانی ہر مرحلے میں کائنات کے اوپر محیط ہے یہ بات مزید وضاحت طلب ہے کہ روح کے تین پرتوں کو انوار کی چار نہریں یا چار آبشاریں سیراب کرتی ہیں پہلی نہر یا پہلی آبشار کا نام نہر تسوید ہے۔ یہ آبشار روح کے پہلے پرت کو فیڈ (FEED) کرتی ہے پہلے پرت میں دو جز یا دو روشن نقطے ہیں اس نورانی آبشار کے ذریعے ہر نوع کی روح کا پہلا پرت یا پہلے پرت کے دو نقطے ایک دوسرے سے متعارف اور روشناس ہیں تسوید آبشار کے انوار کی شعاعیں انسان جنات اور ذی روح افراد کے اندر علم سیکھنے اور علم کو محفوظ رکھنے کے لئے حافظہ بنتی ہیں کائنات میں ازل سے ابد تک کا تمام ریکارڈ اور معلومات کا تمام ذخیرہ تسوید آبشار کے ذریعے قائم ہے۔ پیراسائیکالوجی کا طالب علم اگر اس ذخیرے سے استفادہ کرنے کی صلاحیت پیدا کرے تو لاکھوں سال بعد کے یا لاکھوں سال پہلے کے زمانوں کا ریکارڈ اس کے سامنے آ سکتا ہے۔

کائنات کی تخلیق سے پہلے ماورائی خالق کائنات کے ذہن میں کائناتی تخلیقی پروگرام جس طرح موجود تھا وہ سب تسوید آبشار کے ذریعے روح کے پہلے پرت کے پہلے نقطے میں نزول کرتا رہتا ہے۔ ہر عمل اور کائنات کی ہر حرکت آبشار تسوید سے شروع ہوتی ہے اور آبشار تکبیر پر اس کی تکمیل ہو جاتی ہے ابتدا اور تکمیل کا یہ سلسلہ ہر آن اور ہر لمحہ جاری و ساری ہے۔ زندگی کی ہر حرکت خالق کائنات کی سنت خالقیت سے شروع ہوتی ہے۔ اور خالق کائنات کے ذہن میں لوٹ جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ خالق کائنات کی صفات کا سہارا لئے بغیر کسی حرکت کا وجود میں آنا ممکن نہیں ہے۔ پیراسائیکالوجی کی طالبات اور طلبہ یہ پڑھ چکے ہیں کہ ساری کائنات خالق کائنات اللہ کے ذہن کا عکس ہے اور جس طرح اللہ کے ذہن میں کائناتی پروگرام موجود تھا وہ لفظ کن کے بعد وجود میں آ گیا یہ بات بھی بتا دی گئی ہے کہ تخلیق کے پہلے مرحلے میں افراد کائنات بشمول انسان ایک گمشدگی کے عالم میں تھے اس کو سماعت حاصل تھی نہ بصارت۔ چونکہ سماعت اور بصارت دونوں حاصل نہیں تھی اس لئے اس کو اپنی ذات کے بارے میں کوئی علم بھی نہیں تھا خالق نے جب خود کو افراد کائنات سے متعارف کرایا اور خود مخلوق کے سامنے ہو کر آواز کے ساتھ مخلوق کو مخاطب کیا تو مخلوق کے اندر سماعت اور بصارت کے ساتھ ساتھ اپنے ہونے کا ادراک بھی ہوا ساتھ ہی ساتھ وہ یہ بھی جان گیا کہ میری حیثیت مخلوق کی ہے اس تشریح کے بعد اس حقیقت پر سے پردہ اٹھ جاتا ہے کہ تمام کائنات اور انسان کا اللہ کے ساتھ ایک اٹوٹ رشتہ ہے۔ یہ رشتہ ہمارے اندر دو رخ متعین کرتا ہے ایک رخ کا نام احساس ہے اور دوسرے رخ کا نام محسوس کرتا ہے مخلوق نے یا انسان نے خالق کو دیکھ کر یہ احساس کر لیا تھا کہ میں

یہ آبشار روح کے پہلے پرت کو فیڈ کرتی ہے

مخلوق ہوں، کسی کے تابع ہوں یا میری حیثیت اپنی ذاتی ہے جب احساس کا یہی قانون پوری زندگی پر حاوی اور عالمین میں جاری وساری ہے آپس میں جب دو دوست یا دو افراد ملتے ہیں یا ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں تو دونوں دوست ایک دوسرے کا اثر قبول کرتے ہیں۔ یہ اثر دو طرح کا ہوتا ہے دونوں دوستوں میں سے ایک دوست اثر ڈالنے والا اور دوسرا دوست اثر قبول کرنے والا ہوتا ہے ایک دوست دوسرے دوست کو دیکھ کر اپنی معلومات کے مطابق کوئی رائے قائم کرتا ہے۔ یعنی دوسرے دوست کی صفات کو بطور احساس اپنے اندر قبول کرتا ہے صفت کو قبول کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ دوست کی صفت کو قبول کر کے اس نے اپنی محکومیت کا اعتراف کیا ہے۔ یہ قانون انسان، حیوانات، سماوات نباتات سب میں مشترک ہے درخت کو ہم اس وقت تک درخت تسلیم نہیں کرتے جب تک درخت کی صفات کو اپنے اندر قبول نہ کر لیں اسی طرح کوئی درخت اپنی حیثیت اس وقت تک قائم نہیں رکھ سکتا جب تک درخت کسی انسان کی صفت سے مغلوب ہو کر اپنی محکومیت کا اعتراف نہ کرے نظریہ رنگ و نور کے مطابق دیکھنے کی طرز یہ ہے کہ مخلوق کا ہر فرد دوسرے فرد کو اپنے اندر دیکھتا ہے اور اپنے اندر دیکھنا اس وقت ممکن ہے جب اپنی نفی کر دی جائے یعنی کرنا ہی مغلوب ہونا اور محکومیت ہے یہ قانون پوری کائنات کے لئے ہے مسئلہ یہ ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اشرف المخلوقات کی حیثیت میں اس کے اندر کون سی صفت ہے جو اس قانون کے تحت اس کے اندر متحرک ہے دیکھنے کی طرز میں ایک بات یہ بھی بہت زیادہ غور طلب ہے کہ دیکھنے کی دو طرزیں ہوتی ہیں ایک طرز براہ راست دیکھنا ہے اور دوسری طرز بالواسطہ دیکھنا ہے براہ راست دیکھنا یہ ہے کہ ہر فرد دوسرے فرد کے دیکھنے کو دیکھ رہا ہے اور بالواسطہ دیکھنے کی طرز یہ ہے کہ ہر آدمی دوسرے کو دیکھ رہا ہے انسانی فضیلت اس وقت ثابت ہوتی ہے جب اس کے اندر براہ راست دیکھنے کی طرز متحرک ہو جائے۔ انبیاء علیہم السلام براہ راست دیکھنے کی طرز فکر رکھتے ہیں۔ انبیاء کی طرز فکر ان کے اندر مستحکم ہوتی ہے اور یہی طرز فکر ان کی زندگی کے تمام اعمال و حرکات میں عادت بن جاتی ہے اس طرز [illegible] کے دو راستے ہیں ایک راستہ تکوینی [illegible] قرب نوافل والے اولیائے کرام [illegible] دیکھنے کی طرز فکر کو حاصل کر کے [illegible] اپنی ریاضت اور [illegible] کی کوشش کرتے ہیں دوسرا اور

کائنات کے درمیان ایک رشتہ ہے اور وہ رشتہ رب کی ربوبیت اور خالق کی خالقیت ہے یعنی ساری کائنات ایک رشتے میں بندھی ہوئی ہے اور اس رشتے کا تعلق اور اس رشتے کی مرکزیت خالق کائنات سے ہے کوئی بھی بات ہو کام ہو کوئی بھی عمل ہو۔ یہ لوگ اس کا رشتہ خالق کائنات کے ساتھ جوڑ دیتے ہیں اور اس مشق اور مسلسل عمل سے انہیں یقین ہو جاتا ہے کہ کسی بھی چیز یا کسی بھی عمل کا تعلق ہم سے براہ راست نہیں ہے اس چیز کا اور ہمارا واسطہ ماورا ہستی خالق کائنات کی وجہ سے ہے اور یہ بات کوئی زیادہ پیچیدہ نہیں ہے پیاس اور پانی کو سامنے رکھ کر تفکر کیا جائے تو یہی بات سامنے آتی ہے کہ پانی بھی خالق کی تخلیق ہے اور بندہ بھی خالق کی تخلیق ہے پیاس کا تقاضا بھی تخلیق ہے پانی، پیاس اور بندہ تینوں آپس اس لئے ہم رشتہ ہیں کہ تینوں مخلوق ہیں مثلاً اگر پانی کی تخلیق نہ ہو تو پیاس زیر بحث نہیں آئے گی اور نہ یہ انسان کے اندر پیاس کا تقاضا پیدا ہو گا علیٰ ہذا القیاس زندگی کے تمام وسائل کے بارے میں تفکر کرنے سے یہی نتیجہ مرتب ہوتا ہے کہ مشق کے بعد انسان عادتاً یہ سوچنے لگتا ہے کہ مجھ سے خالق کائنات کا براہ راست ایک رشتہ ہے جب یہی طرز فکر کسی پیراسائیکلوجی کی طالبہ یا طالب علم کو حاصل ہو جاتی ہے تو وہ کائنات کی اشیاء میں اپنے ارادے اور اختیار سے تصرف کر سکتا ہے۔

●●

انشائیہ

تحریر: ملک سلطان

یہ کون لوگ ہیں؟

پاکستان کی پسماندہ آبادیوں کے پس منظر میں لکھے جانے والے اس "انشائیہ" کے تمام کردار "سچے" ہیں۔ اور یہی ہماری سیاست کا سچا المیہ اور اصل مسئلہ ہے۔

عوامی جوش و خروش ـــ اپنی سمت اور منزل کی جانب تمام تر سابقہ حوادث کی تلخ دشریں لئے اپنے رواں دواں ہے ـــ جیسے کبھی آبادی کا بچہ غلیظ لباس میں تازہ ہوا کھانے یا بھوک مٹانے کے لئے میلے کچیلے ہاتھوں میں ماں سے لڑ جھگڑ کر ایک چونی ہاتھ میں تھامے گلی کے نکڑ پر موجود "خوانچے" والے سے اپنی من پسند میٹھے حاصل کرنے کی تگ و دو میں جوش و خروش کا مظاہرہ کرتا ہے۔ ایسا مظاہرہ عوامی زندگی کا سچا عکاس ہے ـــ اس لئے عوام کے جذبات خواہ ہزار طرح پیراہن میں پوشیدہ ہوں یا بناوٹ و سجاوٹ کے کتنے ہی خوبصورت میک اپ میں ہوں بہرحال وہ جذبات عوام کی آبادیوں میں کسی نہ کسی طرح زندہ رہتے ہیں ـــ انہی جذبوں کے قائل ـــ عوامی سیاست دان کہلاتے ہیں جو سادہ لوح عوام کے عوامی نعروں اور عوام کے کاندھوں پر سوار ہو کر عالی شان ایوانوں میں پہنچتے ہیں اور ان عوامی سیاستدانوں کی منزل ان کے اندر موجود غلیظ اور اصل سیاست دان کی "اصل منزل" اور "خواہش" ہوتی ہے اس کے حصول کے بعد عوامی سیاست دان کے تمام رشتے اور ناطے عوام سے کٹ جاتے ہیں پھر عوام کے ہاتھ میں درخواستیں، خواہشیں اور لمبی آہوں کے دھکے رہ جاتے ہیں ـــ ہاں کبھی کبھار پجیرو یا کوئی کیڈلک کار غیر متوقع ان کی آبادیوں سے گزر جاتی ہے ـــ

لاکھ نہ چاہتے ہوئے بھی عوام صدیوں کے اس عمل کی زندگی اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ اپنا سیاسی نظریاتی رشتہ وابستہ اور استوار رکھنے کی خاطر سیلاب کی طرح گلیوں سے امڈ آتے ہیں۔ اور فضاء جیئے ـــ جیئے ـــ کے نعروں سے گونج اٹھتی ہے ـــ تھوڑی دیر کے بعد ان کے ہاتھوں میں ٹوٹے گجرے، بے ترتیب کرسیاں اور آپس میں تو تڑاق کی عوامی زبان، کانوں میں وعدہ فردا کا بے مزہ "رس" گھول رہی ہوتی ہے۔

●●

سید عارف علی غازی

اسلام اور عورت

خالق کائنات ہمارا اور ہمارے خالق ہے جو ہمیں بہتر جانتا ہے اپنی مخلوق کے وہ چیزیں جو متعلق معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیا کام انجام دے سکتی ہے اور کیسے کام انجام نہیں دے سکتی ہے ایک عام انسان کو اپنی بنائی ہوئی چیز کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ یہ کیا ہے کیا کر سکتا ہے جس نے کائنات کے جس خالق کل ہے وہ ہماری ضروریات سے باخبر ہے ہمارا خالق ایک شریعت لایا ہے یہی وجہ ہے کہ اس نے ہمارے لئے حلال اور حرام کی دونوں تفصیل کے ساتھ بیان کر دیئے ہیں۔

موجودہ دور جسے ہم جدید تعلیمی دور کے نام سے یاد کرتے ہیں، اس جدید دور کی عورت نے اپنے فرائض اور حقوق کو کچھ اس طرح گڈ مڈ کر دیا ہے کہ پورا معاشرہ انتشار کا شکار ہو گیا ہے۔ اعمال کے سلسلے میں مرد اور عورت میں کوئی پابندی نہیں ہے اسی لیے مرد اور عورت دونوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلام کے ان پانچ ارکان پر صحیح طور سے عمل کریں (۱) کلمہ طیبہ (۲) نماز، (۳) روزہ (۴) زکوٰۃ (۵) حج۔

قرآن مجید میں مرد اور عورت کے مقام کے سلسلے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: "جو اچھا کام کرے مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو ضرور ہم اسے اچھی زندگی دیں گے اور ضرور انہیں ان کا اجر دیں گے جو ان کے سب سے بہتر کام کے لائق ہو"

اسی طرح سورۃ الاحزاب آیت ۳۵ میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

ترجمہ: "بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والے اور ایمان والیاں، اور فرماں بردار مرد اور

> **عورتوں پر یہ لازم ہے کہ وہ ہر صورت میں تعلیم حاصل کریں، اسلام نے ان پر کوئی پابندی نہیں لگائی**

فرماں بردار عورتیں، اور سچے مرد اور سچی عورتیں۔ اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزے دار مرد اور روزے دار عورتیں اور اپنی پارسائی نگاہ رکھنے والے مرد اور نگاہ رکھنے والی عورتیں، اور اللہ کو یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لیے اللہ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔"

اسلامی تعلیمات کی رو سے معاشرے میں مرد اور عورت دونوں کو یکساں مقام حاصل ہے اگر فوقیت حاصل ہے تو وہ اعمال کی بناء پر مرد اور عورت دونوں میں سے کوئی بھی حاصل کر سکتا ہے اور ہمارے اس معاشرے ہی کی ایسی مثالیں موجود ہیں کہ خواتین نے مردوں کے مقابلے میں اہم مقام حاصل کیا۔ رہا سوال فرائض اور حقوق کا تو وہ مردوں کے کچھ اور ہیں اور خواتین کے کچھ اور ہیں۔ اس مضمون میں ہم خواتین کے حقوق اور فرائض تحریر کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ خواتین اس پر عمل کریں اور معاشرے کو انتشار سے نکالنے میں مدد دیں۔

اسلام کے دشمن اور اسلام کی تعلیمات سے نابلد مسلمان آج بھی عورتوں کی تعلیم پر پابندی لگاتے ہیں۔ حالانکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"تعلیم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے (مرد اور عورت)"

دوسری جگہ ارشاد فرمایا

"تعلیم حاصل کرو ماں کی گود سے قبر تک"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم پر اتنا زور کیوں دیا ہے اگر ہم غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم سے منزل کا تعین، عمل میں آسانی، ایمان و عقیدہ کی پختگی ارکان اسلام کی پابندی، اسلام میں معاشرے کا تصور اخلاقی تربیت، معاشی جدوجہد، صالح معاشرہ کی تشکیل ہوتی ہے۔ لہٰذا عورتوں پر یہ لازم ہے کہ وہ ہر صورت میں تعلیم حاصل کریں، اسلام نے ان پر کوئی پابندی نہیں لگائی ہے بلکہ ایک گھر کو بہتر انداز میں چلانے کے لیے خاتون خانہ کا زیور تعلیم سے آراستہ ہونا بہت اچھا ہے۔

اسلام نے ہر دور میں عورتوں کے تعلیم حاصل کرنے کی حوصلہ افزائی کی ہے یہ اور بات ہے کہ حاکم وقت نے اپنے ذاتی مقاصد حاصل کرنے کے لیے چودھریوں، سرداروں اور وڈیروں نے اپنے اپنے علاقوں میں اپنی حکمرانی برقرار رکھنے کے لیے وہاں کی خواتین کو تعلیم حاصل نہ کرنے دی ہو۔ ویسے آج بھی ہمارے اس پاکستان میں بھی اور دوسرے مسلم ممالک میں پڑھی لکھی خواتین کو بڑی احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے بشرطیکہ وہ شریعت کی حدود سے تجاوز نہ کریں، لیکن دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ جس قدر

اسلام نے مرد کی ملکیت میں عورت کا حصہ رکھا ہے

خواتین تعلیم یافتہ ہوتی جاتی ہیں اتنی ہی وہ [illegible] سے دور ہوتی جاتی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں نظام تعلیم ہی ایسا ہے کہ ایک انسان ڈاکٹر، انجینئر، وکیل، استاد وغیرہ تو بن جاتا ہے مگر اس کے ساتھ ہی وہ ایک اچھا انسان و مسلمان نہیں بن پاتا لہٰذا ضرورت اس امر کی بھی ہے کہ ہم اپنے نظام تعلیم کو ایسا بنائیں کہ کوئی بھی علم ذکر اللہ کے [illegible] سے خالی نہ ہو۔ ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ طبعیات، کیمیات، سیاسیات، معاشیات غرض یہ کہ علم کی ہر شاخ ایک ہی اصل سے پھوٹ رہی ہے تو پھر ہر علم میں اسی اصل کا ذکر کیوں نہ ہو۔ اگر ہر علم میں اللہ کا ذکر ہو تو پھر یہ دل و دماغ ویران نہ رہیں جس طرح آج ویران ہیں۔

مسلم معاشرے میں شادی کے بعد ایک عورت کا مرد کے ساتھ صرف اتنا تعلق نہیں ہوتا کہ وہ اسے جنسی تسکین مہیا کرے بلکہ جس طرح ایک لباس انسانی جسم کو موسمی اثرات سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرتا ہے اسی طرح ایک عورت کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کو زمانے کے حوادث سے بچانے کی کوشش کرے۔ گھر کی بہتر انداز میں دیکھ بھال کرے کہ گھر جنت کا نمونہ بن جائے۔

شوہر اور بیوی کے آپس کے تعلق کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وہ تمہارے لباس ہیں اور تم ان کے لباس۔"

(سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۸۷)

ایک مسلم خاتون کا فرض ہے کہ اپنے گھر کو خوشحال بنانے کے لیے اپنے شوہر سے اپنے تعلق کو مضبوط سے مضبوط تر رکھنے کی کوشش کرے کیونکہ [illegible] اس لیے ایک بیوی کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کے احکامات پر حتی الامکان عمل کی کوشش کرے لیکن اگر شوہر کوئی [illegible]

[illegible] بیوی کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد [illegible]

[illegible] جب شوہر اسے دیکھے تو [illegible] جب وہ اسے حکم دے تو وہ اس [illegible] کی حفاظت کرے اور [illegible] شوہر [illegible]

کے لیئے نہیں ہوتا بلکہ میاں اور بیوی کا رشتہ محبت ہمدردی اور ایک دوسرے کی دیکھ بھال سے برقرار رہتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: "اور اس کی نشانیوں سے ہے یہ کہ تمہارے لیے تمہاری جنس سے جوڑے بنائے کہ آرام پاؤ اور آپس میں رحمت اور محبت رکھی بیشک اس میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔" (سورۃ الروم آیت ۲۱)

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ معاشرے کے سنوارنے اور بگاڑنے میں ایک اہم کردار ایک عورت ماں کے روپ میں سرانجام دیتی ہے اسی لیے اسلام نے ایک عورت پر اپنے بچوں کی بہتر روحانی اور جسمانی تربیت کی ذمہ داری سونپی ہے کیونکہ اگر بچوں کی صحیح تربیت ہو جائے تو ان کی آئندہ کی زندگی پر بہتر اثرات مرتب ہوتے ہیں اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ماں بچوں کے لیے اسکول ہے۔

اسلامی قانون کی نظر میں مرد و عورت میں کوئی فرق نہیں، جو بھی اسلامی قانون توڑتا ہے، اس کے لئے یکساں سزا کا حکم ہے

اسلامی معاشرے میں جنسی اختلاط اور بے حیائی کو روکنے میں عورت بہت ہی اہم کردار ادا کرتی ہے ویسے بھی اسلام نے غیر مرد سے جنسی تعلقات قائم کرنا تو دور کی بات ہے غیر مرد سے شادی سے پہلے اور شادی کے بعد عام تعلق قائم کرنا یا نرمی سے گفتگو کرنا بھی منع کیا ہے کیونکہ اس سے معاشرے میں بے شمار برائیاں جنم لیتی ہیں اور جنسی تعلق تو بہت سی بیماریوں کا باعث ہے جن میں سے ایک مہلک مرض ایڈز بھی ہے تمام برائیوں اور بیماریوں سے محفوظ رکھنے کے لئے اسلام نے لڑکے اور لڑکیوں کی آپس کی دوستی مشترکہ محافل، مخلوط تعلیم، مشترکہ ناچ گانے کا پروگرام، شراب پینا وغیرہ سے منع کیا ہے کیونکہ یہ چیزیں ایک انسان کو جنسی گناہ کی راہ پر راغب کرتی ہیں۔

جنسی اختلاط اور بے حیائی کو روکنے میں عورت [illegible]

معاشرے کی بے راہ روی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ مسلم خواتین نے پردہ ترک کر دیا ہے آج کی خواتین اس قسم کا لباس پہنتی ہیں کہ پورا جسم صاف نظر آتا ہے جس کی وجہ سے راہ چلتے افراد ان کی جانب متوجہ ہو کر گناہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ چہرے کو بے حیائی کے ساتھ کھلا رکھنا اور پھر اوپر سے میک اپ ایک عام انسان کو گناہ کی جانب راغب کرنا نہیں تو پھر اور کیا ہے یاد رکھنا چاہیئے کہ آج خواتین کے چہروں سے رونق کا غائب ہو جانا ان کے چہروں کا مسخ ہو جانا اور بہت سی دوسری باتیں جو یہاں تحریر میں نہیں آسکتیں صرف اور صرف بے پردہ ہونے کا نتیجہ ہیں۔ ایک عورت کیسا لباس زیب تن کرے گفتگو کا انداز کیا ہو اس سے متعلق ارشاد خالق کائنات ہے۔

ترجمہ: اے نبی کی بی بیو تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر اللہ سے ڈرو تو بات ایسی نرمی سے نہ کرو کہ دل کا روگی کچھ لالچ کرے ہاں اچھی بات کہو اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اللہ تو یہی چاہتا ہے۔ اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

(سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۳۲-۳۳)

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: اے نبی اپنی بی بیوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۵۹)

قرآن کی دونوں آیات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایک عورت ایسا لباس پہنے کہ اس کے جسم کے اعضاء نظر نہ آئیں۔

مسلم معاشرے میں بیوی کا شوہر پر یہ حق ہے کہ وہ اس کی اور بچوں کی ضروریات زندگی کی تمام اشیاء مہیا کرنے کی کوشش کرے بیوی کا شوہر پر یہ حق صرف اخلاقی ہی نہیں ہے بلکہ قانونی ہے اس کے ساتھ ہی اسلام نے عورت کو یہ بھی حق دیا ہے کہ وہ اپنی محنت سے جو کچھ بھی حاصل کرے وہ اس کی ذاتی ملکیت ہے چاہے تو وہ گھر کی ضروریات پوری کرنے کے لیے خرچ کرے یا نہ کرے یہ اس کی اپنی مرضی پر منحصر ہے [illegible]

کو وہ قانون تعلیم یافتہ بھی تو جاتی رہی، اگر یہی وہ
اہم پہلو ہے جو دور ہو تو پامال ہو جاتی ہیں۔ اسی لئے وجہ ہے کہ
ہمارے ہاں نظام تعلیم ایسا ہے کہ ایک انسان لے
ڈاکٹر، انجینئر، وکیل، استاد وغیرہ وغیرہ تو بن جاتا ہے
لیکن ایک مسلمان بن کر وہ ایک اچھا انسان اور مسلمان
نہیں بن پاتا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے
نظام تعلیم کو ایسا بدلیں کہ کوئی بھی علم و فن اللہ کے
ذکر سے خالی نہ ہو، ہم وہ تعلیم رکھیں کہ حیاتیات
طبیعیات، سیاسیات، معاشیات غرض یہ کہ علم کی ہر شاخ
اللہ کی ذات سے جڑی رہے کہ ہر ہر علم میں اس
کا ذکر یوں ہو کہ ہر علم میں اللہ کا ذکر ہو کہ جہاں
وہ ذکر نہ ہو وہ دل ویران ہیں جس طرح آج ویران ہیں۔

مسلم معاشرے میں شادی کے بعد ایک عورت
کا مرد کے ساتھ صرف اتنا تعلق نہیں ہوتا کہ وہ اسے
نان نفقہ مہیا کرے بلکہ جس طرح ایک لباس انسانی
جسم کو موسمی اثرات سے محفوظ رکھنے کی کوشش
کرتا ہے بالکل اسی طرح ایک عورت کا بھی یہ فرض ہے
کہ وہ اپنے شوہر کو زمانے کے حوادث سے بچانے
کی کوشش کرے۔ گھر کی بہتر انداز میں دیکھ بھال کرے
اور گھر کو سکون فراہم کرے۔

شوہر اور بیوی کے آپس کے تعلق کے بارے میں
قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: "وہ تمہارے لباس ہیں اور تم ان کے لباس"
(سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۸۷)

ایک مسلم خاتون کا فرض ہے کہ اپنے گھر کو خوشحال
رکھنے کے لئے شوہر سے اپنے تعلق کو مضبوط سے مضبوط
تر کرنے اور رکھنے کی کوشش کرے کیونکہ کسی بھی خاندان
کا سربراہ مرد ہوتا ہے اس لئے ایک بیوی کا یہ فرض
بنتا ہے کہ وہ اپنے شوہر کے احکامات پر حتی الامکان
عمل کرنے کی کوشش کرے لیکن اگر شوہر کا کوئی
حکم شریعت سے باہر ہے تو پھر وہ اس پر عمل نہ کرے۔

ایک اچھی بیوی کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے
اللہ کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا:

"ایک اچھی بیوی وہ ہے کہ جب شوہر اسے دیکھے تو
وہ خوش ہو جائے اور جب وہ اسے حکم دے تو وہ اس
پر عمل کرے۔ وہ شوہر کے حقوق کی حفاظت کرے اور
اپنی عصمت کی حفاظت کرے جب کہ شوہر گھر پر
موجود نہ ہو۔"

یاد رکھنا چاہئے کہ اسلامی معاشرے میں میاں اور
بیوی کا رشتہ صرف اور صرف نفس کو تسکین دینے
کے لئے نہیں ہے جو تمہاری جنس سے ہیں اور یہ کہ ان سے سکون حاصل کرو
اور تمہارے درمیان ایک دوسرے کی محبت اور رحمت پیدا کی گئی
ہے ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: "اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تمہارے لئے
تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ ان سے آرام پاؤ اور تمہارے
درمیان محبت اور رحمت رکھی۔ بے شک اس میں عقل والوں کے
لئے نشانیاں ہیں۔" (سورۃ الروم آیت نمبر ۲۱)

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ معاشرے
کے سنوارنے اور بگاڑنے میں ایک اہم کردار عورت
ماں کے روپ میں سرانجام دیتی ہے اسی لئے اسلام
نے ایک عورت پر اپنے بچوں کی پرورش اور تربیت کی
بہت بڑی ذمہ داری سونپی ہے کیونکہ اگر بچوں کی
صحیح تربیت ہو جائے تو ان کی آئندہ زندگی پر
بہتر اثرات مرتب ہوتے ہیں اسی لئے کہا جاتا ہے کہ
ماں کی گود بچے کی پہلی درسگاہ ہے۔

اسلامی قانون کی نظر میں مرد و عورت میں کوئی فرق نہیں، جو بھی اسلامی قانون توڑتا ہے، اس کے لئے یکساں سزا کا حکم ہے

اسلامی معاشرے میں جنسی اختلاط اور بے حیائی
کو روکنے میں عورت بہت ہی اہم کردار ادا کرتی ہے
ویسے بھی اسلام نے غیر مرد سے جنسی تعلقات قائم کرنا
تو دور کی بات ہے غیر مرد سے شادی سے پہلے اور
شادی کے بعد عام تعلق قائم کرنا یا اس سے گفتگو کرنا بھی
منع کیا ہے کیونکہ اس سے معاشرے میں بے شمار
برائیاں جنم لیتی ہیں اور جنسی تعلقات تو بہت سی بیماریوں
کا باعث ہے جن میں سے ایک مہلک مرض ایڈز بھی
ہے تمام برائیوں اور بیماریوں سے محفوظ رکھنے کے لئے
اسلام نے لڑکے اور لڑکیوں کی آپس کی دوستی، مشترکہ
محافل، مخلوط تعلیم، مشترکہ ناچ گانے کی بزم، شراب
پینا وغیرہ سے منع کیا ہے کیونکہ یہ چیزیں ایک انسان
کو جنسی تسکین کی راہ پر راغب کرتی ہیں۔

جنسی اختلاط اور بے حیائی کو روکنے میں عورتوں
کا پردہ کرنا بہت ہی اہم کردار ادا کرتا ہے آج ہمارے
معاشرے کی بے راہ روی کی ایک بڑی وجہ یہی ہے
کہ مسلم خواتین نے پردہ ترک کر دیا ہے آج کل خواتین
اس قدر باریک لباس پہنتی ہیں کہ پورا جسم صاف نظر آتا ہے
اسی وجہ سے راہ چلتے افراد ان کی جانب متوجہ ہو
کر گناہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ چہرے کو بے حیائی
کے ساتھ کھلا کھلا اور چہرے پر میک اپ کیا ہوا
انسان کو گناہ کی جانب راغب کرتا ہے لہٰذا یہ بات
یاد رکھنا چاہئے کہ آج خواتین کے چہروں سے
رونق کا غائب ہو جانا ان کے چہروں کا مسخ ہو جانا
اور بہت سی دوسری بیماریاں جو پھیل رہی ہیں
یہ سب صرف اور صرف بے پردہ رہنے کا نتیجہ
ہیں۔ ایک عورت کیسا لباس زیب تن کرے، گفتگو
کا انداز کیا ہو اس سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے

ترجمہ: "اے نبی کی بیبیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں
ہو اگر اللہ سے ڈرو تو بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ
دل کا روگی کچھ لالچ کرے۔ ہاں اچھی بات کہو اور اپنے گھروں
میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت
کی بے پردگی اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ
اور اس کے رسول کا حکم مانو اللہ تو یہی چاہتا ہے اے
نبی کے گھر والو! کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور
تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔"
(سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۳۲-۳۳)

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: "اے نبی! اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں
اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دو کہ اپنی چادروں
کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں یہ اس سے نزدیک
تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں اور اللہ
بخشنے والا مہربان ہے۔" (سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۵۹)

قرآن کی دونوں آیات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ
ایک عورت ایسا لباس پہنے کہ اس کے جسم کے اعضاء
نظر نہ آئیں۔

مسلم معاشرے میں بیوی کا شوہر پر یہ حق ہے کہ
وہ اس کی اور بچوں کی ضروریات زندگی کی تمام اشیاء
مہیا کرنے کی کوشش کرے بیوی کا شوہر پر یہ حق صرف
اخلاقی ہی نہیں ہے بلکہ قانونی ہے اس کے ساتھ ہی
اسلام نے عورت کو یہ بھی حق دیا ہے کہ وہ اپنی محنت
سے جو کچھ بھی حاصل کرے وہ اس کی اپنی ملکیت ہے
چاہے تو وہ گھر کی ضروریات پوری کرنے کے لئے خرچ
کرے یا نہ کرے یہ اس کی اپنی مرضی پر منحصر ہے۔ غور
و فکر کا مقام ہے کہ اسلام نے عورت کو کیا مقام عطا کیا

ہے کہ اسلامی سوسائٹی میں مرد کا حصہ جس قدر ہوتا ہے اس کے برعکس اسلام نے مرد کا سوسائٹی میں عورت کا حصہ رکھا ہے۔

شادی کے معاملے میں ہر عاقل و بالغ لڑکی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی رائے کا اظہار کرے لیکن اسلامی ممالک میں والدین شادی کے معاملے میں اس کا اظہار کرنا معیوب سمجھتے ہیں لیکن پھر بھی آخری حق لڑکی ہی کے پاس ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے۔

"ایک عورت آپ کی خدمت میں ایک لڑکی حاضر ہوئی اور اس نے عرض کی کہ میری شادی میری مرضی کے بغیر کر دی گئی ہے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں یہ حق حاصل ہے کہ اگر تم چاہو تو شادی کو ختم کر دو۔"

اسلام نے جہاں مرد کو طلاق کا حق دیا ہے چونکہ جائز کاموں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے وہیں اسلام نے عورت کو بھی یہ حق دیا ہے کہ اگر وہ اپنے شوہر کے ساتھ رہنا پسند نہیں کرتی تو وہ عدالت کے ذریعے وجوہات بیان کر کے طلاق حاصل کر لے جسے خلع کہا جاتا ہے۔

مسلم معاشرے میں والدین کو بہت ہی زیادہ بلند و بالا اور عظیم مقام حاصل ہے۔ ان کے سامنے بلند آواز سے گفتگو کرنا بھی منع ہے۔ والدین کی عزت و تکریم اور ان کی خدمت کے سلسلے میں قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے۔

ترجمہ: اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اگر تیرے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے اف تک نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا اور ان کے لئے عاجزی کا بازو بچھا نرم دلی سے اور عرض کر کہ اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا۔"

(سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۲۴-۲۳)

حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ باپ کے مقابلے میں ماں کا اولاد پر زیادہ حق ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔

"ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا سب سے زیادہ میرے حسن سلوک کا حق کس کا ہے آپ نے فرمایا تیری ماں کا (آپ نے تین مرتبہ یہی جواب دیا) چوتھی مرتبہ فرمایا تیرے باپ کا اور پھر اس کے بعد دوسرے عزیز و اقارب۔"

اسلام نے ایک عورت کو ماں کے روپ میں وہ مقام عطا کیا ہے کہ اگر اولاد خدمت کرے تو اسے جنت حاصل ہو جاتی ہے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے

"جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔"

لیکن اسلامی قانون کی نظر میں مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں ہے جو جرم ہے کہ ان دونوں جنسوں میں سے جو بھی اسلامی قوانین کو توڑتا ہے اس کے لیے یکساں سزا اور جرمانہ کا حکم ہے۔

احوال خواتین کا صفحہ

مسلم خواتین:

حضرت فاطمہ بنت خطابؓ

(آر۔ اے۔ سعدی)

آپ حضرت عمرؓ کی بہن تھیں۔ حضرت عمرؓ سے پہلے مسلمان ہو چکی تھیں ان کے شوہر بھی سعید بن زید مسلمان ہو چکے تھے۔ حضرت عمرؓ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے حضرت عمرؓ اور آپ کے شوہر دونوں کا اسلام لانا [illegible] ایک مرتبہ ان کو اس کا علم ہوا تو حضرت عمرؓ نے ان دونوں کے ساتھ [illegible] مسلمان ہو گئے۔

[illegible]

گوشت کا اچار — شائستہ ربانی

اس بقر عید پر اگر آپ اپنے دسترخوان پر گوشت کی کوئی ایسی چیز رکھنا چاہتی ہیں جو پکا کر رکھی جا سکے اور سب کو پسند بھی آئے تو آپ گوشت کا اچار ڈال کر دیکھیں جو کم خرچ بھی ہے اور یقیناً تمام گھر والوں کو پسند بھی آئے گا اور اس گوشت کے اچار کو فریج کے بغیر کئی دن تک رکھا بھی جا سکتا ہے۔ ترکیب نوٹ کریں۔

اشیاء: گوشت آدھا سیر، دہی ڈیڑھ پاؤ، پیاز ایک پاؤ (پیس لیں)، گھی یا تیل ایک چھٹانک، ہری مرچیں، لونگ، دھنیا، سونف، سفید یا کالا زیرہ، سرخ مرچ، نمک اور ہلدی (حسب منشاء)

ترکیب: سب سے پہلے گھی میں لونگ ڈالیں اس کے بعد سرخ مرچ، نمک، ہلدی اور پیاز ڈال کر چمچ ہلاتی رہیں، پانی تھوڑا سا ڈال دیں جب بھن جائے تب چمچ چلائیں اور بھون کر گوشت ڈال کر اتنا پانی ڈال دیں کہ گوشت گل جائے گلنے کے بعد تھوڑی تھوڑی دہی ڈال کر چمچ چلاتی رہیں، جب پوری دہی ختم ہو جائے تو ثابت ہری مرچیں اور پسا ہوا دھنیا، سونف اور سفید یا کالا زیرہ ڈال دیں اور ڈھکن ڈھک دیں تاکہ خشک ہو جائے پھر چولہا بند کر دیں۔ مزیدار گوشت کا اچار تیار ہے۔

مسکراہٹیں

[illegible]

میاں بیوی شام کے وقت ایک پارک میں گھوم رہے تھے اچانک بیوی رک گئی۔

"جو لوگ یہاں بیٹھے ہیں وہ ہمیں کیا سمجھ رہے ہیں؟" بیوی نے کہا "کیا تم بھی ایسا سوچتے ہو؟"

"بالکل نہیں" شوہر نے جواب دیا "چالیس برس کی تو تم آج سے [illegible] سال پہلے ہوا کرتی تھیں۔"

[illegible]

رنگ احوال

ایم اے ساجد

اقوال زریں

عبدالقیوم فتح محمد حیدرآباد

۱۔ جو الفاظ لوگوں کے کانوں میں لگ جاتا ہے اللہ تعالیٰ ان کے کانوں میں لگ جاتا ہے (حضرت ابوبکر صدیق رض)

۲۔ لوگوں کے ساتھ نیک ظن عقلمندی ہے۔ اور حسن تدبیر عقل مندی سے ہے۔ (حضرت عمر فاروق رض)

۳۔ مت رکھو امید کسی سے مگر اپنے رب سے اور مت ڈرو کسی سے مگر اپنے گناہ سے۔

(حضرت عثمان رض)

۴۔ جب تک کسی شخص سے بات چیت نہ ہو۔ اسے حقیر نہ کہو۔ (حضرت علی رض)

سوال

مرسلہ: حافظ احسان الٰہی برکاتی بھیکھو شہر، تحصیل پھالیہ

حضرت بایزید بسطامیؒ سے ایک منکر خدا نے سوال کیا کہ میں خدا کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ فلاں غار میں چلے جاؤ وہاں میرا دوست ملے گا وہ تمہیں خدا دکھا دے گا۔ چنانچہ وہ غار میں گیا تو وہاں ایک بہت بڑا سانپ تھا، سانپ کو دیکھ کر وہ مڑا اور الٹے پاؤں حضرت بایزیدؒ کے پاس آیا اور کہا وہاں تو سانپ بیٹھا ہوا ہے جس کے ڈر سے میں بھاگ آیا

حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم خدا کی مخلوق کے سامنے نہ ٹھہر سکے۔ خدا کے سامنے کیسے ٹھہرو گے۔

اصل نام

مرسلہ: عرفان الحق فیڈرل بی ایریا کراچی

جیسا کہ ہم سب کو معلوم ہے کہ کسی آدمی کا پہلا نام اس کا اصل نام ہوتا ہے۔ دوسرا نام کسی شخص کی پہچان کے لیے خطاب یا لقب سے ہم اس کو یاد کرتے ہیں۔

شخصیات	اصل نام
محمد بن قاسم	عماد الدین
محمد تغلق	جونا خان
شیر شاہ سوری	فرید خان
سلطان صلاح الدین	یوسف
سلطان ٹیپو	فتح علی
اکبر الٰہ آبادی	سید اکبر حسین
نظیر اکبر آبادی	ولی محمد
ابن بطوطہ	ابو عبداللہ، محمد
بوعلی سینا	حسین بن عبداللہ
سراج الدولہ	محمد مرزا

گناہ کی بیماری کا علاج

عبدالقیوم فتح محمد قریشی، پھلیل پریٹ آباد سندھ

میں نے ایک فقیر سے کہا: "بابا مجھے گناہ کی بیماری ہے کوئی علاج تجویز فرمائیں"

فقیر نے کہا "حسب ذیل نسخہ استعمال کرو۔

صبر کا پیالہ، توبہ کی مصری، توحید کے پتے، ذکر کی جڑ بوٹی شریعت کی اوکھلی میں ڈال کر طریقت کے ڈنڈے سے خوب پیسو۔ اور جب پس کر باریک ہو جائے تو حقیقت کی چھلنی میں چھان لو۔ اور معرفت کی ہانڈی میں ڈال کر عشق کے چولہے پر چڑھا دو۔ اور خوب ملاؤ۔ جب پک کر تیار ہو جائے تو گناہ کے حلق میں ڈال دو۔ لیکن ان چیزوں سے پرہیز کرنا۔ تکبر کی مولی، شرک کا پیاز، دغا کا چاول۔ اللہ تعالیٰ ضرور صحت عطا فرمائے گا۔



شمائلہ شاد۔ اپنی سالگرہ کے موقع پر

مشعل راہ

محمد حسن رضا گوندل منڈی بہاؤالدین

عباسی خلیفہ ہارون الرشید نے ۱۸۷ھ میں اپنے ہمنشین اور ہمراز وزیر جعفر برمکی کو قتل کروا دیا۔ ہارون جعفر کے والد یحییٰ کو پدر اور اس کے بھائی فضل کو برادر کہتا تھا۔ مگر اس نے انہیں اور اس کے دوسرے اعزا کو قید کروا کے قتل کروا دیا۔ ان کی جائیدادیں محلات، باغات، نقد اور جنس ہر چیز چھین لی۔ برامکہ کی وزارت کے پرشکوہ دور میں ان کے دروازوں پر سائلوں اور محتاجوں کا ہجوم لگا رہتا تھا۔ لیکن اب انہیں کی عورتیں پھٹے پرانے کپڑوں میں در بدر بھیک مانگتی نظر آتی تھیں۔

اشعار

سید قطب علی قطبی گولڑوی۔ لودھراں

خلق ایسا خون کے پیاسے بھی دم بھرنے لگے
گفتگو ایسی کہ دشمن دوستی کرنے لگے

وہ ہیں نصیر اس شان سے بیٹھے ناز و ادا کی مسند پر
ان کی صورت دیکھ رہا ہے اپنا بھی بیگانہ بھی

مجھے بندگی کا مزا ملا مجھے آگہی کا صلہ ملا
تیرے آستانۂ ناز پر جو دھری جبیں تو دھری رہی

تیرے آستاں سے جدا ہوا تو سکون دل نہ مجھے ملا
میری زندگی کے نصیب میں جو رہی تو در بدری رہی

تیرا حسن آنکھ کا نور ہے تیرا لطف وجہ سرور ہے
جو تیرے کرم کی نظر نہ ہو تو متاع دل نظری رہی

نسخہ لیڈری

آب جہالت پچاس تولے، تخم خود غرضی پانچ تولے، برگ خیانت آٹھ تولے، پوست تخم بدی چھ تولے، نالائقی کی چھال تین تولے، عرق رشوت بارہ تولے، خمیرہ تنگ نظری سات تولے، شربت خوشامد چودہ تولے، شربت جھوٹ سو تولے، گل دغا بازی آٹھ تولے، جوہر بداخلاقی پانچ تولے، روغن حق تلفی نو تولے

ان تمام کو بے حیائی کے ترازو میں تول کر نحوست کے کھرل میں ڈالیں اور بے ایمانی کے ڈنڈے سے رگڑیں۔ بعد میں ناانصافی و بددیانتی کی ہنڈیا میں ڈال کر حرص کے چولہے پر چڑھا دیں اور متواتر شیطانی آگ دیتے رہیں۔ جب پک جائے تو ناشکری کی شکر ملا کر بے عزتی کے چمچے سے صبح و شام حلق میں اتاریں تو آپ بہت جلد سیاسی لیڈر بننے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ یاد رکھیے آزمائش شرط ہے۔

مرسلہ، محمد عمران چھیپا

جواہر پارے

▲ اپنے دوستوں سے اس طرح ملئے اگر ان کو یہ محسوس ہو کہ ان میں کوئی نہ کوئی خوبی ضرور ہے۔

▲ ہر چیز کا روشن پہلو دیکھئے اور اپنے اس عقیدے کو مزید تقویت پہنچائیے کہ سب چیزیں مل کر بھلائی پیدا کرتی ہیں۔

▲ بہترین سوچ و بچار کا مظاہرہ کریں کام بھی بہترین اجر کے لیے کریں بہترین ہی توقع کریں۔

▲ دوسروں کی کامیابی کے لیے بھی ویسے ہی جوش و خروش کا مظاہرہ کریں جیسا آپ اپنی کامیابی کیلئے کرتے ہیں۔

▲ ماضی کی خامیوں کو ترک کر کے مستقبل کی عظیم کامرانی حاصل کرنے کیلئے گامزن رہیئے۔

▲ چہرے کو خوشی و مسرت سے سجائیے جس کسی سے بھی ملیں اسی خندہ پیشانی سے پیش آیئے۔

▲ اپنی ترقی و کامرانی کو اس قدر وقت دیجئے کہ آپ کے پاس دوسروں پر نکتہ چینی کا وقت ہی نہ رہے

مرسلہ ـــــــ فرزانہ سلیم گرین ٹاؤن

بقیہ: انٹرویو دلائی لامہ

میں سمجھ کر انہیں تفہیم کی سنجیدہ سطح پر ان کو حل کیا جائے اگر کشمیر کا مسئلہ مزید بگڑا تو اس کا اثر پورے عالم اور عالمی امن، خصوصاً ہند و پاک پر کسی نہ کسی شکل میں ضرور پڑے گا۔

میں یہاں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ اس مسئلے کے لئے پاکستان کی ذمہ داری زیادہ ہے اس کو غلط فہمیوں کو بڑھنے سے روکنا چاہیئے اور اپنی طرف سے ایسا موقع نہیں آنے دینا چاہیئے کہ اس پر حالات کو بگاڑنے یا ان حالات سے اپنے سیاسی مفادات کے حصول کی کوشش کا الزام لگ سکے۔

س: لیکن بعض حلقوں کا خیال ہے کہ بے نظیر اپنے اندرونی دباؤ کو کم کرنے اور اپنی کرسی کے تحفظ کیلئے کشمیر کے معاملے کو ہوا دے رہی ہیں؟

ج: میں نہیں سمجھتا کہ ہند و پاک تعلقات میں تناؤ بے نظیر کے لیے سود مند ہوگا۔ میں بے نظیر کو ایک زمانہ ساز سیاست دان کی حیثیت سے پسند کرتا ہوں انہوں نے پاکستان میں جمہوریت کی بحالی کے لیے تاناشاہی اور فوجی استبداد کے خلاف جدوجہد کی ہے۔ اگر ہند و پاک کے بیچ تناؤ بڑھتا ہے تو اس سے پاکستان میں جمہوریت اور خود بے نظیر کو نقصان ہوگا۔ مگر یہ بھی صحیح ہے کہ پاکستان میں بے نظیر پر نہ صرف اندرونی دباؤ بہت زیادہ ہے بلکہ وہاں یہ دباؤ مسلسل بڑھ رہا ہے اور بے نظیر بھی لیکن دوسرے پاکستانی سیاست دان اور سیاسی جماعتیں اس مسئلے کا استعمال کر کے فائدہ اٹھانے کی کوشش کر سکتی ہیں، موجودہ بدامنی کی وجہ شاید یہی ہے لیکن ہندوستان کا فرض ہے کہ وہ ایسا نہ ہونے دے اور بڑھتی ہوئی بدامنی کے سدباب کے لیے ٹھوس اقدامات اٹھائے۔ مجھے امید ہے کہ برسراقتدار جنتا دل حکومت اپنی خارجہ پالیسی میں بنیادی تبدیلیاں کر کے اپنے ہمسایوں سے تعلقات کو استوار اور بہتر کرے گی اور جہاں تک بھی ممکن ہوگا استحصالی کے خلاف خاموش تماشائی نہ بنی رہے گی۔

(جاری ہے)

بقیہ: یوسف جمیل

کرتے ہیں اس کا اندازہ خود یوسف جمیل کی گرفتاری سے لگایا جا سکتا ہے۔ آکاش وانی اور دوردرشن خبریں دے رہے تھے کہ یوسف جمیل کو وردی پہنے ہوئے دہشت گردوں نے اغوا کر لیا اور ادھر بی بی سی لندن نے خبر دی کہ انہیں ہندوستانی فوجیوں نے گرفتار کر لیا اب سوال یہ ہے کہ کس پر اعتبار کیا جائے؟ جب کہ خود ہمارے ہی آکاش وانی اور ہمارے ہی دوردرشن نے اعتراف کر لیا کہ یوسف جمیل کو فوجیوں نے ہی گرفتار کیا تھا۔

(بشکریہ ہفت روزہ "اخبار نو" دہلی)

بقیہ: دہشت گردی

طور پر بڑے تیز ہوتے ہیں، امریکی ماہر نفسیات جان کرانیشن نے فرائڈ کے نظریات کی روشنی میں دہشت گردی کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا کہ انارکزم سے دہشت گردی فروغ پاتی ہے، جب نوجوانوں کی ذات کی نفی ہوتی ہے وہ اپنے آپ کو غلام سمجھتے ہیں تو اپنے آپ کو منوانے اور اپنی آزادی کیلئے وہ انتہا پسندانہ راستہ اختیار کرتے ہیں لہذا جب تک انسانیت کی توہین ہوتی رہے گی، نوجوانوں کی ذات کی نفی ہوتی رہے گی دہشت گردی بھی جاری رہے گی، چند سال قبل مشہور دہشت گرد کارلوس نے کہا کہ عنقریب تیسری عالمی جنگ شروع ہونے والی ہے اور یہ جنگ دہشت گردوں کی کارروائیوں سے بھڑکے گی۔ اس بات کو سمجھنا بہت ضروری ہے کہ سامراجی طاقتیں، یاسر عرفات، جارج حباش، ابوندال، مقبول بٹ، کرنل قذافی، آیت اللہ خمینی اور حافظ الاسد کو دہشت گرد کہتی ہیں تو ان دہشت گردوں کی قومیں انہیں حریت پسند کیوں سمجھتی ہیں؟ یورپ کے صحافتی حلقوں میں اہم مقام رکھنے والی خاتون یانا خاسی نے یورپی دہشت گرد الیگزینڈروس پاناگولس کو ہیرو کیوں ثابت کیا سوال یہ ہے کہ اگر کسی کو اس کی آزادی واپس کر دی جائے اور اس کے حقوق بحال کر دیئے جائیں تو کیا وہ ہتھیار اٹھائے گا؟ اگر آزادی اور امن کے لیے لڑنے والوں کو یہ سب کچھ دے دیا جائے تو وہ ہتھیار پھینک دیں گے کیونکہ وہ حریت پسند ہیں اور جو آزادی اور امن کے پیغام کو ٹھکرا کر جنگ جاری رکھیں گے وہ دائمی دہشت گرد کہلائیں گے۔

بقیہ: نقطہ نظر

اکثریت کی حکومت کیوں ہے بلکہ قاعدہ یہ ہے کہ اپوزیشن مودودیوں کو اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش کرتی ہے تا کہ آئندہ الیکشن میں اکثریت حاصل کر کے اپنی حکومت بنائے پاکستان میں مسلمانوں کے جو مکاتب فکر اقلیت میں ہیں ان کو کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ اکثریت میں آجائیں اور پھر انتخاب کے موقع پر ان کا مکتبہ فکر اسمبلی میں اکثریت حاصل کرے اور اپنے عقیدے کے مطابق آئین میں ترمیم کرے تو جو مکتبہ فکر اس وقت اکثریت میں ہے اس کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا مثلاً اس وقت حنفی مکتبہ فکر کی پاکستان میں غالب اکثریت ہے لہذا آئین بھی حنفی مذہب کے مطابق ہونا چاہیئے اور جب غیر حنفی مکتبہ فکر اکثریت میں آجائے گا تو وہ آئین کو اپنے عقیدہ کے مطابق تبدیل کر سکتے ہیں اور اس وقت احناف کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

بقیہ: ایم کیو ایم

حکومت سے ہے یا حزب اختلاف سے کیونکہ دہشت گرد آخر دہشت گرد ہیں اور وہ مکمل قوم کے دشمن ہیں خواہ ان کا تعلق پیپلز پارٹی سے ہو۔ ایم کیو ایم یا کسی دوسری جماعت سے ہو وہ قوم کے مجرم ہیں اس لئے شہری آبادی کی نمائندگی کا دعویٰ کرنے والوں کو چاہیئے کہ وہ اسمبلیوں میں جا کر ان وعدوں کو پورا کریں جو وہ قوم سے کر کے منتخب ہوئے ہیں۔

اب عوام کو بھی یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ ان کے مفادات کا تحفظ قومی جماعتوں کے نمائندے کر سکتے ہیں یا قومیت کے نام پر پروان چڑھنے والے کر سکتے ہیں۔